

عزات بی بی

کلیپٹ

میرزا گلبرگ



عشق سیرت

کلیا لیلیط

مشکل ناول

منظہر کلیم ایس کے

ڈاٹ کام

چند باتیں

اس ناول کے نام مقام کردار واقعات
سب فرضی ہیں، کسی قسم کی مطابقت
محض اتفاقی ہوگی جس کے لئے مصنف
پیشتر ذمہ نہیں تقاضا کرتا

معزز قارئین!

آپ کے ارسال کردہ پُرخطوں نہ خطو نہ خطو لکھے جاتے ہی بستے ہیں اور
اس بات سے تو آپ بھی اتفاق کریں گے کہ ہر خط کا فرداً فرداً جواب دینا
میرے لئے قطعی امکان ہے لیکن بعض خطوط ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا جواب
دینے کو بے حد جی چاہتا ہے اور میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ آپ کو بھی ان
خطوط اور جواب میں شامل کروں تاکہ آپ بھی ان خطوط سے میرے ساتھ
کٹھنہ اندر ہو سکیں۔

ذریعہ غازی خان سے محمد اکمل نعمان صاحب لکھتے ہیں۔

محترم منظر کرم صاحب! آپ کا ایک اول میں نے اپنے ایک پڑھے
لکھے ساتھی کی زبانی سنا ہے۔ کیونکہ میں پڑھ کر کچھ نہیں سکتا۔ لیکن یہ خط
میں آپ کو اپنے ہاتھ سے لکھ رہا ہوں۔ آپ اس نفاذ پر عمران
تو مشرور ہوں گے کہ جو شخص پڑھ کر نہیں سکتا وہ خط کیسے لکھ سکتا ہے۔
تو جواب!۔ بات یہ ہے کہ میرے دوست مجھے ہمیشہ پڑھنے سمجھنے پر
اکساتے رہتے تھے لیکن کچھ حالات کی مجبوری اور کچھ لاپرواہی میرا نعمان
اس طرف نہ رہا۔ پھر ایک دوست نے مجھے آپ کا ناول ناقابل تسمیہ محرم
پڑھ کر سنایا۔ یہ ناول مجھے بے حد پسند آیا اور خاص طور پر عمران کی
ہمت اور جذبے کا تو میں قابل ہو گیا ہوں۔ اب مسئلہ یہ ہو گیا کہ میں آپ

ناشران ----- اشرف قریشی

----- یوسف قریشی

پرتر ----- محمد یونس

طاہر۔

کے اور ناول بھی سننا چاہتا تھا لیکن میرے دوستوں کے پاس پڑھنے کی فرصت تو یقیناً تھی مگر پورا ناول پڑھ کر سنانے کی فرصت نہ تھی اس پر میں نے فیصلہ کیا کہ میں خود اس قابل بنوں گا کہ آپ کے ناول پڑھ سکوں چنانچہ میں نے بھی عمران کی طرح کمر بستہ باندھی اور دن رات پڑھائی لگائی میں مصروف ہو گیا۔ اپنے کام سے ہٹ کر باقی تمام مصروفیات میں نے چھوڑ دیں اور ہر لمحہ پڑھنے لکھنے میں گزارنے لگا۔ میرے دوست بھی میری پوری طرح ترمصلہ افرائی کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے کرم سے میں بہت تھوڑے دنوں میں اس قابل ہو گیا کہ نہ صرف آپ کے ناول خود پڑھ سکوں بلکہ آپ کو اپنے ہاتھ سے یہ خط بھی لکھ سکوں۔ آپ کے ناولوں نے مجھے علم کی وہ دولت بخش دی ہے کہ جسے زوال نہیں۔ میں آپ کا بے حد مشکور ہوں اور آپ کے نئے ناولوں کا بے چین سے منتظر بھی ہوں۔

محمد اکمل صاحب کا یہ خط جب مجھے ملا تو یقین کیجئے میرا دواں دواں مسرت سے جموٹے لگا میں اللہ تعالیٰ کے کرم کا بے حد شکر گزار ہوں کہ جس نے میرے ذریعے سے میرے ایک سہیلی اور تم وطن کو عیلم کی دولت بخش دی۔ میں محمد اکمل صاحب کی اس کا یا پلٹ پران کو سچی مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے اس دولت کو حاصل کیا ہے جسے واقعی زوال نہیں ہے اور موجودہ ناول کا یا پلٹ۔ میں اپنے قاری محمد اکمل صاحب کی مذکور کرتا ہوں۔ خدا کرے ان کا جذبہ حصول علم اور زیادہ بڑھے اور وہ علم کی زیادہ سے زیادہ دولت سے مالا مال ہوں۔ والسلام
منظر کلیم ایم۔ اسے

عزائم نے تیزی سے کار چوک سے دائیں طرف ہلنے والی سڑک پر موڑی اور پھر ایسی سیڑھی پر وہاؤ بیٹھ گئی۔ کار کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح جھٹکا کھا کر آگے بڑھ گئی۔ اس کی رفتار اب خطرناک حد سے بھی زیادہ ہو گئی تھی۔ مسلمان سڑک پر دوڑتی ہوئی کار کسی ایکشن سے بہرہ ور نغمہ کا ایک حصہ معلوم ہو رہی تھی۔

عمران نے کافی دور جا کر ٹیک مرر پر نظر ڈالی اور اسے ایک کار کی بیڈ لائن اندھیرے کا دامن چاک کرتی ہوئی نظر آئیں۔ عمران کے ہول پر انہیں سس سی مسکراہٹ تیر گئی۔ اب اسے مکمل یقین ہو گیا تھا کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔

آج شام کو جب وہ آوارہ گردی کا موڈ بنا کر ٹریف سے نکلا تھا تو اس کا ذہن رقص کے جمیلوں سے چاک تھا۔
کیسے دلکش ہیں پائے پی کہ جب وہ کار سڑک پر سے آیا تو اسے

پہلی بار احساس ہوا کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ فلیٹ سے نکلنے
 ہی ایک سیاہ رنگ کی ڈالٹن اس کی نظر دوں میں پڑا۔ گئی تھی مگر اس
 نے اس لئے پردہ نہیں کی تھی کہ آجکل کوئی کیس اس کے ہاتھ میں نہیں
 تھا۔ مگر اب جب کہنے سے باہر نکلنے کے بعد وہی سیاہ رنگ کی کاڈواڑ
 اسے اپنے پیچھے نظر آئی تو اس نے معاملے کا ذرا بغیر کسی سے نوٹس لیا۔
 حقیقت معلوم کرنے کے لئے اس نے اپنی کار کا رخ شہر سے باہر
 جانے والی ایک مسلمان سڑک کی جانب کیا اور پھر سوچ کے دائیں جانب
 مڑنے والی سڑک پر مڑنے کے بعد جب اسے اسی کار کی بیڈلائٹیں نظر
 آئیں تو اسے اپنے تعاقب کا کھل یقین ہو گیا۔
 یقین ہوتے ہی اس نے کار کی رفتار یکدم کم کر دی اور پھر اسے
 آہستہ کہنے کو تے سڑک پر روک دیا۔
 اب وہ بیک سر ریئر نظر میں جاتے اپنے پیچھے آنے والی کار کو دیکھ
 رہا تھا جو لمحہ بہ لمحہ قریب آتی چلی جا رہی تھی۔
 اس کی رفتار بھی نامی کم ہو گئی تھی لیکن چونکہ عمران نے کار بائیں
 روک دی تھی اس لئے رفتار کم ہونے کے باوجود وہ اس کے قریب پہنچ
 چکا تھی۔
 جب دونوں کاروں کا فاصلہ تقریباً سو گز کے قریب رہ گیا تو عمران
 کار کا دروازہ کھولی کر باہر نکل آیا۔ اب وہ سڑک کے عین درمیان کھڑا
 تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا رکھے تھے اور بڑی مسومیت سے
 آنکھیں جھپکا رہا تھا۔
 ڈالٹن اس کے بائیں قریب آ کر رک گئی۔

کار کی بیڈلائٹس سے نکلنے والی روشنی خاصی تیز تھی۔ لیکن اس کے
 باوجود عمران کی بی کی طرح چمکتی ہوئی آنکھوں نے کار میں بیٹھے ہوئے دو
 افراد کا بھرپور جائزہ لے لیا۔
 کار رکھنے ہی ایک آدمی تیزی سے کار کا دروازہ کھولی کر باہر نکل آیا
 خاصے لیم ٹیم جسم کا مالک ہونے کے باوجود اس کے اناڑے سے چپٹی
 نیاں تھی۔
 "عمران نے کار رکھنے ہی ہاتھ نیچے کرنے تھے۔
 "کیا بات ہے۔۔۔۔۔ کیوں عمار راستہ روک رکھا ہے؟"
 کار سے نکلنے والے نے انتہائی سخت لہجے میں سوال کیا۔ دو لمبر
 عمران کو دیکھ رہا تھا جس کے چہرے پر مسومیت کا ایشارہ بھرا ہوا تھا۔
 "م۔۔۔۔۔ م۔۔۔۔۔ معاف کرنا بھائی میرا وہ۔۔۔۔۔ یعنی کہ
 میری کار کا پٹرول ختم ہو گیا ہے۔"
 عمران نے تقریباً گھٹیا تے ہونے لہجے میں جواب دیا۔
 "تو ہم کیا کریں۔۔۔۔۔ کسی پٹرول پمپ کا رخ کرو؟" نوجوان نے
 پہلے سے بھی زیادہ سخت لہجے میں جواب دیا۔
 اب وہ سرا آدمی بھی کار سے باہر نکل آیا تھا۔ وہ مسخنی سے جسم کا
 مالک تھا۔ مگر اس کا قد دیکھ کر عمران حیران رہ گیا۔ کم از کم اس سے دو گنا
 ہوگا۔ وہ اپنے قدم کی وجہ سے قطعی کھجور کا درخت معلوم ہو رہا تھا۔
 "تو۔۔۔۔۔ تمہیں کہ کیا قبہا راجم فولڈنگ ہے۔" عمران نے اسے
 دیکھتے ہی سوال کیا۔ جو مسخیت سے بھرپور تھا۔
 "کیا مطلب۔۔۔۔۔؟" کھجور مار کو نوجوان اس کا مطلب نہ سمجھ سکا۔

میرا مطلب ہے تم کا رہیں بغیر تمہارے تو نہیں بیٹھ سکتے کہ اور
 چار تہیں تو بیٹھ جوں گی۔“

”شٹ اپ۔۔۔ یونانسس۔“

کھجور مار کر نوجوان بیٹھے سے بچا کر گیا۔

عمران کی بات پر دو سرائو نوجوان کھٹکھٹا کر ہنس پڑا۔

”جولی۔۔۔ آؤ جی تو دلچسپ معلوم ہوتا ہے۔“ نوجوان نے
 بولتے ہوئے کھجور مار کر نوجوان سے جس کا نام شاید جولی تھا کہا۔

”چلو جیکر۔۔۔ خواہ مخواہ اس کی باتوں میں وقت نہ لگے ہو رہا
 ہے۔“ کھجور مار کر جولی ابھی تک جھنجھلا ہوا تھا۔

”ارے۔۔۔ ارے۔۔۔ تم تو ناراض ہو گئے۔ جھانی تھوڑا
 سا پٹرول ادھا رو سے دو اور اپنا پتہ بھی۔۔۔ میں کل تمہارے
 نام ایک پٹرول پمپ الاٹ کرادوں گا۔ تم۔۔۔ مگر اس وقت ٹرک
 سٹان سے مجھے ڈر لگتا ہے۔“

عمران نے چہرے پر سنوٹ کے جبر پور تاثرات پیدا کرتے ہوئے
 کہا۔

”ہمارے پاس فالتو پٹرول نہیں ہے۔۔۔ تم ہمارے ساتھ
 بیٹھا جاؤ۔ ہم تو ہمیں پٹرول پمپ پر چھوڑ دیں گے۔ وہاں سے پٹرول
 لیکر آجائے۔“ جیکر نے تجویز پیش کی۔

”مگر کیا تم مجھے واپس چھوڑ جاؤ گے۔“ عمران نے امید بھری نظروں
 سے جیکر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہم جہاں سے باپ کے نوکر ہیں۔ یہ تھوڑا بے کرم نہیں پٹرول

پڑے ایک لفٹ دینے پر تیار ہو گئے ہیں۔
 جولی کا منہ ابھی تک نہیں اترتا تھا۔

”تھینک یو۔۔۔ تھینک یو۔۔۔ چلو میں واپسی میں پیدل
 آمادوں گا۔ ذرا صحت ہی بن جائے گی۔ ڈیڈی روز کہتے ہیں کہ پیدل
 چلا کرو۔۔۔ تم مرنے ہو تے ہمارے ہو۔۔۔ کیا میں واقعی مونا
 بننا چاہتا ہوں۔“ عمران نے بات کرتے کرتے سوال کر ڈالا۔

”نہیں۔۔۔ تمہارا سہم تو قابلِ تعریف حد تک سمارٹ ہے۔“
 جیکر نے جواب دیا۔

”ویری گڈ۔۔۔ ویری گڈ۔۔۔ کاش اس وقت میرے پاس
 ٹیپ ریکارڈر ہوتا تو میں تمہاری بات ڈیڈی کو سنا کر اپنی جان چھوڑ لیتا۔
 عمران کی زبان پل پڑی۔

”اچھا۔۔۔ چلو کار میں بیٹھو۔ خواہ مخواہ وقت متاخر نہ کرو۔“
 جیکر جھابا اب شاید اکتا گیا تھا۔

”ارے۔۔۔ ارے۔۔۔ تم تو یوں مجھے ڈانٹ رہے ہو جیسے
 انوکھ کر کے لے جا رہے ہو۔ میں ذرا کار لاک کر آؤں۔“ عمران نے
 جواب دیا۔

”اور پھر تیر ہی سے اپنی کار کی جانب منگ گیا۔
 اس کے مڑتے ہی جیکر اور جولی کی نٹرس ملیں اور پھر دونوں کے
 چہروں پر نقشہ انداز مسکراہٹ دوڑ گئی۔

شکار خود ہی واپس چھین رہا تھا۔

عمران یہ دعا کار کے قریب گیا اور اس نے کار کے اندر جا کر پہلے

ٹسکتے اور ویران قلعہ تھا۔ اور جبکہ اس کے ساتھ کچھ اس قسم کی مافوق الفطرت روایات وابستہ تھیں کہ کوئی شخص بھی ادھر جانے کا تصور نہیں کر سکتا تھا۔

کافی دیر تک گاڑی سڑک پر دوڑتی رہی۔ پھر اولڈ فورٹ کے ٹسکتے معزز عظیم الشان دروازے کے قریب جا کر ٹوک گئی۔
”باہر بچو۔۔۔“ بیگم نے عمران کو حکم دیا۔

اور مسران خاموشی سے کار کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ ابھی تک وہ جرموں کا مقصد نہیں سمجھ سکا تھا۔ اس نے خاموشی سے جولی اور جیگر بھی کار سے باہر نکل آئے۔ جیگر نے اسی تک ریلووا عمران پر تان رکھا تھا۔

”اُس کی تلاشی لو جولی“

جیگر نے جولی کو تھکانے لہجے میں کہا۔

اور جولی مسران کے پیچھے اگر اس کی تلاشی لینے لگا۔

عمران خاموش کھڑا تھا۔ ریلووا روہ ہر وقت اپنے پاس رکھنے کا عادی نہیں تھا۔ اس نے بے فکر تھا۔

”کوئی اسلحہ نہیں ہے۔“ جولی نے مکمل تلاشی کے بعد قہر سے مایوسی کے عالم میں جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ چلو۔“ بیگم نے کہا۔

وہ سب اولڈ فورٹ کے دروازے کی طرف چل پڑے۔ ان کی پوزیشنیں یوں تھیں کہ جولی آگے تھے۔ اس سے تھوڑے فاصلے پر عمران تھا اور عمران کے پیچھے جیگر ریلووا تانے ہوئے چل رہا تھا۔

وہ قلعے کے ٹسکتے دروازے میں داخل ہوئے۔ دروازے کے بعد ایک بہت بڑا میدان تھا جس میں جھاڑیاں اور قد آدم گھاس آگئی ہوئی تھی۔ قلعے کی دیواروں کے ساتھ ساتھ ٹسکتے کوٹھڑیاں تھیں۔ اصل عمارت میدان کو اس کرنے کے بعد آئی تھی۔

عمران کو لگے جوئے وہ ایک ٹسکتے کوٹھڑی کے اندر داخل ہوتے اور پھر جولی نے آہستہ سے دیوار کے کونے میں ایک اکھڑی ہوئی اینٹ کو زور سے دبا دیا اور کوٹھڑی کی بائیں دیوار میں خلا سا بن گیا۔

وہ مسران کو لگے جوئے اس سرنگ میں داخل ہو گئے یہ ایک طویل سرنگ تھی جو کافی سے زیادہ مدد تک ٹسکتے تھی۔ مگر اس میں تازہ ہوا برابر آرہی تھی۔ اس لئے اس میں کسی قسم کی سیلن یا دبو پیدا نہیں ہوئی تھی۔

وہ سرنگ میں چلتے گئے۔ کافی دیر تک چلنے کے بعد جب سرنگ ختم ہونے میں نہ آئی تو آخر مسران سے نہ روکا گیا وہ بول ہی پڑا۔

”یہ سرنگ ہے یا شیطان کی آنت؟“

”نامور مشن رجو۔“ جیگر نے یوں کر کہا جیسے عمران کے دلخیز سے سرنگ کے اور زیادہ طویل ہو جانے کا خطرہ ہو۔

کافی دیر بعد سرنگ ختم ہوئی۔

سامنے ایک دروازہ تھا۔ دروازہ دیکھ کر عمران حیران رہ گیا کیونکہ دروازہ بالکل صیغ و سالم حالت میں تھا۔ اس پر امتداد زمانے کوئی نشتر ٹھار نہیں بنا سکتے تھے۔

جولی نے دروازے پر تین بار مخصوص انداز میں دستک دی۔ چند

ن کے اندر جانے کے بعد دروازہ خود بخود بند ہو گیا اور دروازہ بند ہونے ہی اچانک دو جگہ جہاں وہ تینوں کمرے تھے، تیز روشنی میں سنا گئی۔ مرنے کا باقی حصہ ملکی روشنی میں عجیب پراسرار نظر آ رہا تھا اور انتہائی مہلت سے اسی طرح قطعی اندھیرا اچھایا ہوا تھا۔

”لے آئے اسے۔۔۔۔۔ اندھیرے سے سے ایک بھاری بھرم آواز گونجی۔ بجے میں عجیب سی گھڑ گھڑا ہٹ تھی۔ جیسے کوئی شخص زبردستی دل رہا جو۔“

”ہیں ہاں۔۔۔۔۔ یہ شخص موجود ہے۔“

”جیگر نے انتہائی مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔“

”ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ اب تم جاؤ۔ ہاں سنو انہیں حکم دیا۔ اور ساتھ ہی دروازہ کھٹا چلا گیا۔“

جیگر اور جولی واپسی کے لئے مڑے۔ عمران بھی ان کے ساتھ ہی سا پڑا۔

”تم یہیں رکو عمران۔ ہاں نے سنت لیجے میں اسے حکم دیا۔ اور عمران رک گیا۔“

جیگر اور جولی دروازے سے باہر چلے گئے۔ ان کے باہر جانے کے بعد دروازہ بند ہو گیا۔

اس کرسی پر بیٹھ جاؤ۔۔۔۔۔ ان آواز دو بارہ گونجی۔

عمران سمجھ گیا کہ سامنے والی دیوار میں مائیکروفون فٹ ہے۔ نیویژن آئی کے ذریعے اسے کسی اور جگہ سے دیکھا جا رہا ہے۔

لمحوں بعد دروازہ کی درز سے ایک تیز روشنی نکلی اور وہ تینوں روشنی میں نہا گئے۔

ایک لمحے بعد روشنی بجھ گئی اور پھر دروازہ آٹومیک طریقے سے کھٹا چلا گیا۔

دروازہ کھٹنے پر وہ تینوں اندر داخل ہوئے۔

یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ ان کے اندر داخل ہونے پر دروازہ خود بند ہو گیا۔ اس کمرے سے نکل کر وہ ایک گیسری میں پہنچے۔ گیسری کبا کے قندوں سے روشن تھی۔

عمران حیرت بھری نظروں سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ نکلے کب سے ان لوگوں نے اس پر اسے قتلے کو اپنا اڈہ بنایا ہوا تھا۔ ان کے انتظامات سے تو یونین محسوس ہوتا تھا جیسے انہیں یہاں سیٹ ہوئے کافی عرصہ گزر چکی تھی۔

گیسری میں موجود ایک بٹے سے دروازے کے پاس پہنچ کر وہ رک گئے۔

دروازے کے باہر ایک سرخ رنگ کا بلب جل رہا تھا۔ جولی نے دروازے کی مضبوط پوٹ پر دستے ہوئے ایک چھوٹے سے جن کو دایا اور پھر موٹا ہانڈا زین پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔

چند لمحوں بعد سرخ بلب بجھ گیا اور پھر دروازہ خود کار انداز میں کھٹا چلا گیا۔

اندھیرے میں گہرا اندھیرا تھا۔ جیگر کے اشارے پر عمران ڈرائے کے اندر داخل ہو گیا۔ عمران کے ساتھ وہ دونوں بھی تھے۔

دو خاموشی سے اُگے بڑھ کر کسی پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں تک
خاموشی طاری رہی۔ پھر وہی آواز دوبارہ گونجنے لگی۔

”مسٹر عمران۔۔۔۔۔ تمہیں اپنے آپ کو یہاں پا کر حیرت
نہیں ہوئی؟“

”حیرت؟۔۔۔۔۔؟ دو کیا ہوتی ہے۔۔۔۔۔ کیا یہ کسی جدید تیار
کا نام ہے۔۔۔۔۔ معاف کیجئے طب کے متعلق میری معلومات مسٹر
جواب ہیں ایک زوردار تہمت سنائی دیا۔

اور پھر وہی آواز گونجی۔

”دویری گڑ مسٹر عمران۔۔۔۔۔ مجھے خوشی ہے کہ تم انتہائی دلیر اور
مڈر آدمی ہو۔ مجھے تجربے کے لئے ایسے ہی آدمی کی ضرورت تھی۔ میں تمہاری
بہتری جاننا ہوں۔ اس لئے میں نے تجربے کے لئے سب سے پہلے تمہارا
انتخاب کیا ہے۔“

”تجربہ؟۔۔۔۔۔ کیسا تجربہ؟“

عمران واقعی اس دفعہ حیرت سے بولا۔

”تمہیں سب معلوم ہو جائے گا اور تم اس ملک میں پہلے شخص ہو
گے جس پر جدید ترین تجربہ کیا جائے گا اور اس کی کامیابی کے بعد اس
تجربے کو وسیع چلانے پر دوہرا یا جائے گا۔“
آواز کا لہر مسرت سے بھر پور تھا۔

”کیا مجھے ملوٹا بنانے کا ارادہ ہے۔۔۔۔۔ مگر سونچ لو پھر مجھے
پوری کھلائی پڑے گی اور میں وہ اسپیشل ٹیم کی چوری نہیں کھاؤں گا۔ اس
اور فالس دیسی ٹیم کی چوری ہی مجھے راسخ آنے کی۔“

حسرت آمیز لہجے میں جواب دیا۔

لیکن اس کی بات کو کوئی جواب نہیں ملا۔

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد چانک دو واڑہ کھلا اور پھر وہ نقاب پوش
اندرواغل ہوئے۔ انہوں نے ہاتھوں میں مشین گنیں پکڑی ہوئی تھیں۔
”ہمارے ساتھ چلو۔۔۔۔۔ خردار اگر کوئی حرکت کی تو گولیوں کا
مذبح برسا دیا جائے گا۔“

ایک نقاب پوش نے سمت لیجے میں عمران سے کہا۔

”اگر حرکت نہیں کروں گا تو تمہوں کا کیسے۔ بیز حرکت کے چنان تو مجھے
گولی نے سکھایا ہی نہیں۔“

عمران نے اسی لیجے میں جواب دیا۔

”شٹ اپ۔“

نقاب پوشوں سے جب کوئی جواب نہ بن پڑا تو اس نے ڈانٹنے
میں ہی عافیت سمجھی۔

لیجے۔۔۔۔۔ پہلے حرکت سے منع کیا۔ اب بولنے سے بھی منع کر
دیا ہے۔ عجیب و غریب ہے۔ ایسی وعائدنی تو ہم نے کتنے کہا نیوں میں
بھی نہیں پڑھی۔ وہاں بھی کالادو کو کم از کم شہزادے کو بولنے کا حق دینا
ہے۔“ عمران کی زبان پیل رہی تھی

دوسرے ہی لمحے ایک نقاب پوش نے اسے گریبان سے پلا کر
تھمکا دیا۔

اور عمران کو شاید اس ناشائستہ حرکت پر غصہ آگیا۔

وہ سیدھا کھڑا ہوا اور دوسرے لمحے گریبان پکڑنے والا نقاب پوش

چینتا ہوا نرش پر ڈھیر ہو گیا۔ اس کے پیٹ میں عمران نے پوری قوت سے
مکڑ مار دیا تھا۔

دوسرا نقاب پوش مشین گن سدھی کرنے ہی لگا تھا کہ عمران نے
قلبا بازی کھائی اور اس کی دونوں ٹانگوں نے نقاب پوش کی گردن کو
قیچی کی طرح بکڑ لیا۔

اور چہرہ بھی عمران کے ساتھ ہی الٹا پہلا گیا۔ اس کے ہاتھوں سے
مشین گن چھوٹ کر دوڑ جا گری۔

عمران برق کی طرح تڑپ کر سیدھا ہو گیا اور دوسرے نئے مشین گن
اس کے ہاتھ میں تھی۔

پہلا نقاب پوش پیٹ پکڑنے سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے
چہرے پر شدید ترین تکلیف کے آثار نمایاں تھے۔ وہ ابھی رکوع کی حالت
میں پہنچا تھا کہ دوبارہ فرانس پر گر پڑا۔ اور دوسرے لمحے اس کے حق سے
غیر اہست کی آواز نہیں نکلیں۔ منہ سے خون تیزی سے بہنے لگا اور ساتھ
سایا اس کی آنکھیں پھرا گئیں۔ وہ دم توڑ چکا تھا۔ شاید اس کے پیٹ
کوئی رنگ پھٹ گئی تھی۔

عمران اس نقاب پوش کی طرف متوجہ ہوا جیسے اس نے قیچی سے
مار کر گرایا تھا۔ وہ اس دوران اٹھ کر کھڑا ہونے میں کامیاب ہو چکا
عمران نے مشین گن کا رٹ اس کی طرف کیا اور اس نے لفظاً:
فلور پر گھبرا کر ہاتھ کھڑے کر لئے۔ وہ شاید اپنے ساتھ سے سبق حاصل
کر چکا تھا۔

ابرجلو : عمران نے کڑک کر اسے حکم دیا۔

"بال کا دروازہ ابھی تک کھلا ہوا تھا مگر اس سے پہلے کہ وہ
چلا۔ بال کا دروازہ ایک جھکے سے بند ہو گیا اور ساتھ ہی ایک جھانک
قیچے سے بال کے دیوار گونج اٹھے۔

عمران خاموش کھڑا نقاب پوش کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے
دروازہ بند ہونے یا قیچے پر کوئی توجہ نہ دی۔ نقاب پوش بھی گم سم کھڑا
تھا۔ ویسے عمران نے محسوس کیا کہ قیچے کے ساتھ ہی تیزی سے اس
کا جسم لڑنا شروع ہو گیا تھا۔

اور پھر عمران ہی جو کھک پڑا۔ کیونکہ بال کی دیواروں سے سنٹیک
گیس نکلتی شروع ہو گئی تھی۔

عمران نے تیزی سے مشین گن ایک کونے میں چھپائی اور چلے سے
ناک بند کر لی۔ مگر بدبو اتنی تیز تھی کہ اس کا دماغ گھومنے لگا۔ اس نے
اپنے آپ کو سنبھالنے کیلئے مدد کوشش کی مگر اس کا دماغ تاریکی کی گزرت
میں ٹھہر کر ٹھہر جاتا گیا۔ اور وہ لاکھڑا کر فرش پر گر پڑا۔

نقاب پوش اس سے پہلے ہی ڈھیر ہو چکا تھا۔ پورا کمرہ گیس کی تیز
بوسے بھر چکا تھا۔

مشین کا بین آن ہوتے ہی سینٹی کی آواز بند ہو چکی تھی۔

بلیک زیریو نے بغور اس ہند سے کودیکھا اور پھر بڑبڑایا۔

”اولڈ فورٹ روڈ۔۔۔۔۔ یہ کیا چکر ہے؟“

چند لمحوں تک وہ مالی خالی نظروں سے نقطے کو دیکھتا رہا۔ اور پھر اس نے مشین کا بین دہرایا اور کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ مخصوص کمرے سے نکل کر وہ اس سے ملحقہ ڈرائیونگ روم میں چلا گیا۔

چند لمحوں بعد جب وہ باہر نکلا تو وہ سیارہ سوٹ میں ملبوس تھا۔

اس نے ایک الماری سے ریو اور اور چند فائٹرز اؤنڈ نکالی۔ کرسی بیچ میں ڈالے اور پھر ایک فکر مخصوص کمرے پر ڈالنا ہوا دروازے سے باہر نکل گیا۔

چند لمحوں بعد اس کی بے آواز سوز سائیکل تیزی سے سڑک پر دوڑ

رہی تھی۔ سوز سائیکل طوفان کی سی تیز رفتاری سے اڑی چلی جا رہی تھی

بلدی بلیک زیریو اولڈ فورٹ روڈ کی پہلی کراسنگ پر پہنچ گیا۔

اس روڈ پر پتھوڑی در جانے کے بعد اسے دور سے ہی عمران کی کار

سڑک کی ایک سائیڈ پر کھڑی نظر آگئی۔ اس نے سوز سائیکل کی رفتار

آہستہ کر دی۔

اور پھر وہ کار سے تھوڑی دور پہنچے ہی رک گیا۔ چند لمحوں تک وہ

سڑک پر اڈل لٹکائے حالات کا جائزہ لیتا رہا۔ لیکن کار کے ارد گرد تمام

ماتول پر شبیر سی خاموشی طاری ہو گئی۔

بلیک زیریو نے اتر کر سوز سائیکل سینڈ پیکھری کی اور پھر تیز تیز

قدم اٹھاتا ہوا کار کی طرف بڑھا۔ کار کے شیشے چڑھے ہوئے تھے

بلیک زیریو اپنے بستر پر لیٹا ہوا ٹیبل ٹیپ کی روشنی میں ایک
خندیم کتاب کے مطالعے میں غرق تھا کہ اچانک کمرے میں تیز سینٹی کی
آواز گونجنے لگی۔

بلیک زیریو بڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔

دوسرے لمحے اس نے کتاب ایک طرف پھینکی اور چھپ کر سلیپنگ

گاہکوں میں گروہ کمرے سے باہر نکلا۔ اس کا رخ مخصوص کمرے کی طرف

تھا۔

بلدی وہ اپنے مخصوص کمرے میں پہنچ گیا۔ کمرے میں سینٹی کی آواز

پر ستر گونجنے رہی تھی۔

بلیک زیریو تیزی سے ایک مشین کے سامنے کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا

اس نے مشین کا بین آن کر دیا اور مشین کے ڈائل پر مٹی ہوتی ٹیکروں اور

بند سوں پر ایک لیکر کے اوپر سرخ رنگ کا نقطہ تیزی سے جلتے پھینے لگا۔

بلیک زبرد نے جب سے چالی نکالی اور پھر اس نے دروازہ کھول لیا۔ اس نے کار کی اندرونی لاسٹ جلائی اور پھر اسی طرح کار کو پھینک کر نکل گیا۔

ڈیلیش بورڈ پر لٹکے ہوئے اس جن کو اس نے آفت کر دیا جسے عمران دبا گیا تھا۔ اور جس کے اشارے پر بلیک زبرد یہاں تک پہنچا تھا سٹیٹنگ کی دوسری سائیڈ پر جو دروازہ تھا اس کے پیشے پر انگلی سے ایک چھوٹا نشان بنا ہوا تھا۔ ایک چھوٹا سا دائرہ بنا کر اسے گراس کیا جھا تھا۔ بلیک زبرد نے منور اس نشان کو دیکھا اور پھر مسکرایا۔ اس نے جب سے دروازہ نکال کر وہ نشان مٹا دیا اور پھر کار سے باہر نکل آیا۔ دروازہ بند کر کے اس نے لاک کھلا چھوڑ دیا۔

پھر وہ تیزی سے اپنے موٹر سائیکل کے قریب پہنچ کر اس نے موٹر سائیکل کی سائیڈ میں ایک خاند کھولا اور پھر اس میں سے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال کر ہاتھ میں چھڑایا۔ اس نے تیزی سے ایک فریجیٹو سیٹ کی اوپر بن کر آن کر دیا۔

ایٹو۔۔۔ ایٹو۔۔۔ ایٹو پیکنگ باور۔

وہ ایٹو کے مخصوص ایجی میں بول رہا تھا۔

جلدی دوسری طرف سے رابطہ قائم ہو گیا۔

ایٹو۔۔۔ جویا پیکنگ۔۔۔ اور۔

دوسری طرف سے جویا کی آواز سنائی دی۔

جویا۔۔۔ کسی نمبر کو کال کر کے اس کی آڈیو لگاؤ کہ وہ اولڈ فورٹ روڈ کے تیرھویں سٹگ میل کے قریب سے عمران کی کار واداش منزل

لے جائے۔۔۔ میں تمہاری دیر بند مقیم پھر کال کروں گا۔ سیٹ کے قریب رہنا۔۔۔ اور۔

بلیک زبرد نے احکامات دیئے۔

ایس سر۔۔۔ میں ابھی صفحہ کو کال کرتی ہوں۔ اور۔

جویا نے جواب دیا۔

اد کے۔۔۔ اور ایشیڈ آل۔

بلیک زبرد نے کہا۔ اور پھر بن آفت کر کے سیٹ دوبارہ خانے میں رکھ دیا۔

خاند بند کر کے وہ موٹر سائیکل پر سوار ہوا اور سلفٹ سٹارٹ ہو جانے لگا جی موٹر سائیکل کا انجن جاگ اٹھا۔

دوسرے لمحے ایک جھٹکے سے موٹر سائیکل اولڈ فورٹ کی طرف بھاگنے لگی۔

بلیک زبرد کے ذہن میں عجیب سے خیال آ رہے تھے۔ وہ موٹر سائیکل تھا کہ عمران پر ٹیکنٹ ایسی کون سی افتاد پڑ گئی ہے جس کی وجہ سے اسے یوں کار چھوڑ کر جانا پڑ گیا ہے اور پھر وہ وائر لیس پیش کش اور سرکل

نشان پر سب چیزیں اس کے ذہن میں گڈٹ ہو رہی تھیں۔ بہر حال کوئی واضح تصویر اس کے ذہن پر منسک نہیں ہو رہی تھی۔

جلدی ہی وہ اس کی اسٹنگ پر پہنچ گیا جہاں سے ایک سڑک پرانے نقشے کو اور ایک واپس شہر کی طرف جاتی تھی۔

اس کی اسٹنگ پر پہنچ کر بلیک زبرد نے موٹر سائیکل روک دی۔ اب وہ محضے میں چھین گیا تھا کہ کون سا راستہ اختیار کرے۔ رات کا

دقت تھا اور چاروں طرف ویرانی اور سناٹائی کا دور دورہ تھا۔

شہر کی طرف جانے والی سڑک کے رخ دور ستاروں کی طرف چمکتی ہوئی روشنیوں کی نئی دنیا کا دکھن نفاذہ پیش کر رہی تھیں۔ مگر بیک بڑے اس دکھن نفاذہ سے جبہ نیا بڑے سے عورت سڑک پر نظر میں جاسے کھڑا تھا۔

پراسنے قلعے کی طرف اس کا ذہن بار بار جاتا تھا مگر وہ پھر اپنے اس خیال کو خود ہی مسترد کر دیتا۔ کیونکہ پرانے قلعے کی طرف علم ان کے جاننے یا سنے جانے کی کوئی تک نظر نہیں آتی تھی۔

جب چند لمحوں تک وہ کوئی فیصلہ نہ کر سکا تو اس نے اتر کر موڑنا ٹیک سٹینڈ کی اور پھر پیچھے بڑھ کر ٹیور سڑک کو دیکھنے لگا۔ جلدی میں وہ ناشرح ساقہ ڈالاسکا تھا اس سنے سے اب اپنی قوت بعادت کو آزمانا پڑ رہا تھا۔ مگر اتنا تو گہری تاریکی میں ٹاروں کے ٹٹاٹاؤں دیکھ لینا ایسے ہی تھا۔ جیسے جھوسے کے ڈھیر سے سوئی ڈھونڈنا تھا۔

ابھی وہ اسی لمحے میں بسلا تھا کہ اچانک اس کی نظریں پر اسنے قلعے کی طرف اٹھ گئیں۔ اور پھر وہ چونک کر اٹھ کھڑا ہوا۔ دور قلعے کی طرف اسے چمک سی نظر آئی۔ جیسے کبھی چمکی ہو مگر آسمان پر ستارے اپنی پوری اکب و تاب سے چمک رہے تھے۔ اس سنے اس سنے بجلی والی اشیاں ذہن سے جھٹک دیا۔

ایک لمحے کے سنے اس کے ذہن میں پرانے قلعے سے وابستہ مافوق العظمت داستانیں گھوم گئیں۔ مگر دوسرے لمحے وہ پرانے قلعے کی طرف جانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

اس سنے تیزی سے موڑنا ٹیکل سٹارٹ کی اور پھر گہرے دھستے ہی اس نے ایک سیٹریل ڈاڈا بیا موٹر سائیکل ٹرفان کی طرح آگے بڑھتی چلی گئی۔

جلدی وہ پرانے قلعے کی طرف پہنچ گیا۔ اس سے موڑنا ٹیکل ٹیکل گھنے درخت کے نیچے سٹینڈ کی اور پھر اسے ڈاک کر کے پیدل ہی پرانے قلعے کی طرف بڑھنے لگا۔ جلدی وہ قلعے کے بڑے دروازے کے قریب پہنچ گیا۔

چاروں طرف بھائی ہوئی اعصاب شکن ویرانی انتہائی خوفناک تھی مگر وہ بول لپٹان سے آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا جیسے وہ گوشت پوست کے انسان کی بجائے کوئی بدروح ہو۔

قلعے کے دروازے میں داخل ہوتے ہی وہ اچانک ٹھٹک کر ایک سکاٹہ دیوار کی آڑ میں ہو گیا۔

ساننے ایک کھڑکی سے ایک سایہ سا نکلا تھا اور بلیک زیرو اس سانسے کو دیکھ کر گھٹسٹکا تھا۔

سایہ بلیک زیرو کی طرف ہی بڑھا چلا آ رہا تھا۔ اس سنے بلیک زیرو یوار کے ساقہ اور سمٹ گیا۔ ویسے اس کا ایک ہاتھ جیب میں پڑے ہر سنے پر اور پر تھا۔ چونکہ اس نے سیاہ سوٹ پہنا ہوا تھا اس سنے وہ اندھیرے کا ایک جز معلوم ہو رہا تھا۔

سایہ تیزی سے اس کے قریب سے گزرنا چلا گیا اس کی نظر بلیک زیرو سٹینڈ پر پڑی تھی۔

بلیک زیرو ایک ٹوکھ: چین کھڑا رہا۔ پھر وہ بھی ہنسنا آہستہ بھکتا ڈائٹ کے قریب پہنچا۔ گیٹ کے صنبور لاسٹوں سے لگ کر اس نے باہر

نظری دوڑائیں۔

نوجوان شاید اس اچانک افتاد سے گھبرا گیا اور وہ بلیک زیرو ساتھ بیٹھا ہوا زمین پر گر گیا۔ مگر دوسرے لمحے اس نے جرات انگیز سے کرش بلی اور بلیک زیرو کی منبر لا کر گرت سے باہر نکل گیا۔ مگر زیرو نے اسے اٹھنے کی بہت زدی۔

اور بلیک زیرو کی جرات انگیز بھرتی کی وجہ سے ایک بار پھر اس کی نہیں آئی۔

اس دفعہ بلیک زیرو کی گزرت انتہائی منبر لا اور خطرناک تھی۔ بلیک زیرو نوں ہاتھ اس کی انگلیوں کے نیچے سے نکال کر اس کی گردن کی پشت ل ل ہاتھوں کی انگلیوں کا پتھر جھانپا۔ اس بلیک زیرو کے ایک ہی سے نوجوان کی گردن لٹا سکتی تھی۔

بے بس ہو کر وہ گیا تھا۔ ایک لمحے کے لئے وہ شش پر پڑ گیا۔ مگر جیسے ہی بلیک زیرو نے ایک معمولی سا جھٹکا دیا نوجوان کو ش ہلکا۔

ی سنے پوری قوت سے دو ٹول کہنیاں بلیک زیرو کے پیٹ میں یہ کر سکتے گا انتہائی سہلت اور خطرناک داؤ تھا۔ مگر جہاں اس داؤ سے زیرو کو خاصی چوٹ پہنچانی دیاں بلیک زیرو نے یہی ساتھ ہی گردن دنور وار جھٹکا دیا اور نوجوان کے منہ سے بے اختیار چیخ نکلی

دار۔ اگر اب کوئی حرکت کی تو گردن توڑ دیں گا۔ بلیک زیرو کے شدید غراہٹ تھی۔

اس نے جسم ڈھیلا چھوڑ دیا۔ بلیک زیرو اسے گھٹیف سوا سوا کر

وہ سایہ گیت سے تھوڑی دور بھاڑا تھا۔ اس کا رخ سڑک کی طرف تھا اور سڑک پر بنجانے کیا زخموں پر تھا۔ سڑک جب معمولی تاریک اور سنسن تھی، چند عرصے تک وہ سایہ سڑک پر خاموش کھڑا دیکھتا رہا۔ پھر اس نے تیز آواز سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور دستی ہم ناک کی چیز نکال کر گیت کے سامنے زمین پر دے ماری۔

ایک جگہ سا دھماکا ہوا اور دوسرے لمحے بلیک زیرو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس ہم سے روشنی کی تیز شعاعیں نکل کر وہ درجیل گئیں۔

ایسا محسوس ہوا جیسا جیسے کسی نے مرثیہ لائٹ آن کر دی ہو اور مرثیہ لائٹ ہم کی روشنی میں کافی دو رنگ سڑک روشن ہو گئی۔ بلیک زیرو کا موٹرو سائیکل سامنے روخت کے نیچے کھرا صاف نظر آ رہا تھا۔

اور جب وہ موٹرو سائیکل بلیک زیرو کو نظر آ رہا تھا تو اس سامنے کی نظروں سے کیسے بچا ہوگا اور وہ سایہ بھی جو ایک نوجوان شخص تھا موٹرو سائیکل کو روک کر یہی چ نکالتا۔

مرثیہ لائٹ ہم کی روشنی بچھ چلی تھی اور ایک بار پھر ہر طرف اندھیرا سا ہو گیا تھا۔

وہ نوجوان تیزی سے اس موٹرو سائیکل کی طرف بڑھنے لگا۔ بلیک زیرو کو قیمت پر اس موٹرو سائیکل کو ہاتھ سے گزرا کر چاہتا تھا۔

چنانچہ نوجوان کے آگے بڑھتے ہی بلیک زیرو بھی ستون کی اوٹ سے نکلا اور دوسرے لمحے یوں محسوس ہوا جیسے کئی کوئی سہ۔ بلیک زیرو پیچھے کی طرح ایک ہی جھٹکا تھا۔ اس نوجوان پر چاڑھا تھا۔

"تمہے کے متعلق تفصیل سے بتاؤ۔" بیک زبرد نے بازو کو جھٹکا دیتے ہوئے کہا۔

اور چہرہ جگڑنے لگے بیک زبرد کو تمام تفصیلات بتا دیں۔ دوسرے بیک زبرد کا ہاتھ اٹھا اور پھر جگڑنے لگے بیک زبرد اور کھڑک پڑا اور اس کے ساتھ ہی بیک زبرد نے یہ واقعہ نکال کر دستہ اس کی کھوپڑی پر ہی قوت سے بتا دیا۔

بیک زبرد اور اول ہی میں ڈھیر ہو گیا۔ وہ اب کم از کم دو گھنٹوں کے لئے بے ہوش ہو چکا تھا۔

بیک زبرد نے فحشی کرنے کے بعد اٹھ کر اسے کاٹھ سے پرلاوا اور پھر موش سائیکل کے قریب لاکر اسے زمین پر پٹخ دیا۔

موش سائیکل کے ساتھ چلنے کے لئے بیک سے اس نے ایک مٹی کا اور بیلے جو سٹش جگڑنے کے ہاتھ پاؤں اچھی طرح باندھ دینے پر حریص رہتا تھا۔

اب وہ اطمینان سے اٹھا اور دوبارہ قلعے کی طرف چل دیا۔ اب اس کے متعلق تمام تفصیل کا علم ہو چکا تھا۔ اس نے دو برسے اطمینان سے چل رہا تھا۔

جلد ہی قلعے کے گیٹ سے ہوتا ہوا وہ اس شکستہ کھوپڑی میں گیا جہاں سے نیچے تہ خانوں کو راستہ جاتا تھا۔

ایٹھنڈا ہاتھ ہی راستہ میں گیا اور بیک زبرد نیچے اتر گیا۔ سلسلے روانہ ہوا تھا جہاں پہلی دفعہ اس نے چپک ہونا تھا۔ اس نے حیرت سے اس کی حالت کو دیکھا اور اس کے ہاتھوں سے اس کے

سے ایک طرف لے گیا۔

"تھپا رانا نام"۔ بیک زبرد نے اس کی گردن پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"تھپا رہی موت"۔ وہ زجران نے فرماتے ہوئے کہا اور اس نے وہ بھلی کی طرح اچھلا اور بیک زبرد کے ہاتھوں سے ٹکرائی۔

بیک زبرد نے تیزی سے لات لگائی لیکن وہ زجران ہی تو پھرتی رہا۔ اس نے بھلائی دے کر خود کو بچایا اور بیک زبرد نے بیک زبرد کا ہاتھ پکڑ کر ایک زوردار جھٹکا دیا اور بیک زبرد اسے زمین پر موجود درخت کے تنے سے بانٹھ لیا۔

درخت سے ٹکراتے ہی بیک زبرد جھٹکا گیا۔ وہ خواہ مخواہ میں رت منانے لگا رہا تھا۔ یہ خیال آتے ہی اس نے ہلکی جھپٹاؤ اور زمین اسی لمحے وہ زجران کسی چھتے کی مانند اچھلا اور

پہنچے ہی کہ زمین اس نے بیک زبرد اپنی جگہ پر چکا تھا۔ وہ ہوا میں اڑتا ہوا ایک دم اچھلا گیا۔

بیک زبرد نے چپک بھٹکتے میں اسے چھاپ لیا اور پھر لڑا پڑا رہ گیا۔

"تھپا رانا نام"۔

بیک زبرد نے اس کی گردن پر بازو کا دائرہ تنگ کر کے اسے زمین کے سر سے مڑھنے سے روک لیا۔

بیک زبرد نے اس کی گردن پر بازو کا دائرہ تنگ کر کے اسے زمین کے سر سے مڑھنے سے روک لیا۔

شہت سے اس کی آنکھیں باہر ایل آئی تھیں۔

پھر جسے لاکھوں حصہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ جیب سے اس نے ریوا اور پھر سامنے بند دروازے پر غسوس انڈاز میں دستک دی۔
 غصہ میں انڈاز میں دستک دیتے ہی دروازہ کھل گیا۔ سامنے
 خیر علی فوجوان ریوا اور تلستے کھڑا تھا۔
 لپٹتے سامنے اس نے کتاب پوش کو کھڑا دیکھ کر وہ حیرت سے
 رہ گیا۔

اس نے ریوا اور کے نزدیک پر اپنی انگلی کی گرفت سخت کر دی۔
 "ہاں کہاں ہیں ڈیڑھ تقری۔" بلیک زیرو نے سہ بڑے اظہار
 سے اسے مخاطب کیا
 "م — م — م کون ہو؟"

فوجوان بلیک زیرو کے اس الینان پر غصہ میں ساہو گیا۔
 "جہلی کرو۔" بچھے باس کے پاس سے چلو۔ میں ہیڈ کوار
 سے ایک ماہر خبر لایا ہوں۔

بلیک زیرو نے اس بار تلستے سختی سے کہا۔
 "کوڑے — فوجوان بھی شاید سشش وہ پنج میں مبتلا ہو گیا کتہ
 "سے وہ الیرون ون"
 بلیک زیرو نے الینان سے بیچکر کا بتلایا ہوا کواٹنبرو برا دیا۔
 وہ دل ہی دل میں دعا کر رہا تھا کہ جیسے کہنے اسے صحیح معلومات
 ہوں۔

کوڑتے ہی فوجوان کا سر جھک گیا۔
 "میرے ساتھ آؤ۔" اس نے دلچسپی سے کہتا ہوا کہتا۔

اور بلیک زیرو الینان کی لمبیل سانس لیتے ہوئے اس کے
 پیچھے چل پڑا۔
 سخت راہداروں سے گزرتے ہوئے رہنمائی کرنے والے فوجوان
 ایک دروازے کے سامنے رک گیا۔

اس نے دستک دینے کے لئے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ اہانک
 اس کے پیچھے کھڑے ہوئے بلیک زیرو نے بڑی چھری سے ایک ہاتھ
 اس کے منہ پر رکھا اور وہ سر سے ہاتھ سے اس کی کھوپڑی ریوا اور کے
 دستے سے بجا دی۔

دوسری ضرب پر ہی فوجوان ڈھیل پڑ گیا۔ وہ بلیک زیرو کے
 ہاتھوں پر جھول گیا۔ بلیک زیرو نے حلقہ مانقہ کے طور پر وہ مرتہ مزید
 ریوا اور کا دستہ اس کی کھوپڑی پر آزمایا۔ اور پھر آستے ہاتھوں پر اٹھا کر
 ایک تارکک کو سٹے میں ڈال دیا۔

راہداری قلمی مسلمان تھی۔ اس سے آستے زیادہ ٹو جی نہیں تھی۔
 اب وہ دروازے کے سامنے جا کر رک گیا وہ دروازہ لوستے کا پانا بنا
 تھا اور اس میں معمولی سی جھری بھی نہیں تھی۔ اس نے اندر دیکھنے کو
 کوئی ذریعہ نظر نہیں آ رہا تھا۔

بلیک زیرو نے سب سے پہلی سے اوجھ اور دیکھا اور پھر آستے اوپر
 پست کے قریب اینٹوں کا بنا ہوا دروازہ نشان نظر آ گیا۔ اس کی دروازے
 سے روشنی کی کئی کئی شاخیں باہر نکلیں تھیں لیکن دروازہ ان تک
 پہنچنے کا ہتھ مار کوئی ذریعہ نہیں تھا۔

بلیک زیرو نے اوجھ اور دیکھا اور پھر آستے پرانی دیوار میں جا پنا

کھاچھے ہتے ہوئے نظر آئے

شاہ پر اسے نہ اسے میں انہیں پورا رخ رکھنے کے کام میں لایا جا
 ہو گیا۔ چنانچہ اس نے ریوا اور حبیب میں ڈالا اور دوسرے لمحے وہ چمپکا

کی طرف کھانچوں پر چمکتا اور ہاتھ سے چمکتا اور پڑھتا چلا گیا
 اسے نوازین برقرار رکھنے کے لئے خاصی محنت کرنا پڑ رہی تھی ایسا
 محسوس ہوتا تھا جیسے وہ کسی بھی لمحے کمر کے بل فرش پر گر پڑے گا۔ مگر

وہ دوبار سے چٹا ہی رہا
 چند لمحوں کی جان توڑ اعصابی کوٹھیل کے بعد اس کا چہرہ روشن ہوا
 کے نزدیک پہنچ گیا

اس نے اپنی ایک آنکھ بھری سے لگا دی۔ اس سے اندر کا
 منہ تک رسامٹ نظر آ رہا تھا۔ کیونکہ دو شخصان میں سے کسی ہوتی اینٹوں
 کی بناوٹ ہی ایسی تھی کہ جس سہری سے اندر کپورا منظر صاف نہ
 آ رہا تھا۔

اندھ نظر پڑتے ہی بیک زیر چمک پڑا۔ یہ ایک بہت بڑا
 ڈال تھا جس کے درمیان چار کتاب پوش کھڑے تھے۔ ان کے
 نقاب ڈاکٹروں کے ستے تھے۔ بیسے ڈاکٹر آپریشن کرنے کے سٹ
 مین پر چڑھا سکتے ہیں

ایک ڈاکٹر کے ہاتھ میں سرخ تھی اور وہ مسلمان کراچی کی
 کی تیار کی کر رہا تھا۔ مسلمان بیسے ہوش تھا۔ میز کے قریب ہی ایک
 نالی پر نشت آلات کے ساتھ ساتھ دوران کی بوتلیں موزوں تھیں
 یہ دیکھا کر رہے ہیں۔ بیک زیر دسے الی ہی دل میں سوچا۔ اس

م میں تشویش کی لہر دوڑ گئی۔

مجھے فوراً عمران کو بچانا چاہیے۔ سناہنے پر کیا کریں؟
 بیک زیر دسے الی ہی دل میں فیصلہ کیا۔ مگر وہ یہ نہ دیکھ سکا
 دسر تک خالی تھی۔

صاف ظاہر تھا کہ وہ انجکشن لگا چکے تھے۔

کام

زندگی کی لہریں دوڑ گئی۔ وہ بیک وقت موڈب اور مضطرب نظر آنے لگی۔

نوار و نقاب پوش تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ان تینوں کے قریب پہنچا۔ اس کے ”۔۔۔۔۔ اس نے بھاری ٹنگ سیٹ آواز میں پوچھا۔
” یس باس۔۔۔۔۔ ان تینوں نے بیک وقت موڈب جیسے میں جواب دیا۔

اور باس نے آگے بڑھ کر ایک سسترن پرنٹ سوچنے پر ڈھیر ایک سڑک بن دیا۔

جنی دہستہ جی ہال کی شمالی دیوار اور درمیان سے شقی ہوئی اور پھر ایک سڑک پھر اٹھانے دو آدمی اندر داخل ہوئے۔ انہوں نے سڑک پھر آپریشن ٹیبل کے قریب لاکر رکھ دیا۔

” باؤ۔۔۔۔۔ باس نے سڑک پھر لاسے والوں کو حکم دیا۔
وہ دو فون خاموشی سے واپس اسی راستے سے ڈالنے سے باز رہے گئے۔ ان کے ہاتھ ہی باس نے ٹھن و دوبارہ دبا دیا اور دیوار برابر ہو گئی۔

سڑک پھر پر عمران بنے ہوئی بڑا تھا۔
” لے لے اٹھا کر ٹیبل پر ڈالو اور قسموں سے اچھی طرح بانڈھو۔
باس نے ان تینوں کو حکم دیا۔

وہ تینوں بڑی پھسرتی سے سڑک پھر کی طرف بڑھے۔ دوسرے لمحے عمران آپریشن ٹیبل پر پڑا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ اور پاؤں میز کے ساتھ منسک قسموں سے اچھی فیکسری کس دیکھے گئے۔

بیچہ ایک کافی بڑا ہال تھا جس میں تیز روشنی ہو رہی تھی اور دنیا میں ایک آپریشن ٹیبل تھی جس کے اوپر خاصا بڑا فائوس ٹنگ رہا تھا۔ ہال میں چاروں طرف لمبی لمبی میزوں پر بیچہ بیچہ سائنسی آلات اور مشینیں پڑی تھیں۔ پہلی ہی آنکھ میں یہ ہال کسی سائنسدان کی لیبارٹری معلوم ہوتا تھا۔

ہال میں اس وقت تین آدمی چروں پر ڈاکڑوں والے نقاب چڑھائے کھڑے تھے۔ وہ تینوں ہال کی فیکسری دیوار میں بیٹھے ہو۔ ایک چھوٹے سے دروازے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

چند لمحوں بعد ہال کا دروازہ کھلا اور پھر ایک خاصے بھاری بھر کمز توڑش کا آدمی ہال میں داخل ہوا۔ اس نے پورے پھر سے پرسیڈنٹ چڑھایا ہوا تھا اور آنکھوں پر سیاہ میٹک جوڑ دیتی۔

اس کے اندر آتے ہی پہلے سے موجود تین نقاب پوشوں :

دوبارہ سرخیج میں بھر گیا۔

اب باس نے بغور ایک دفعہ سرخیج کو دیکھا اور پھر ان تینوں سے مخاطب ہوا۔

”اس ملک کے کسی باشندے پر میرا یہ پہلا تجربہ ہوگا۔ اور میرا یہ یہ جو نوجوان بیٹا ہے اس کے متعلق تم زیادہ نہیں جانتے۔ مگر میں نے اچھی طرح جانتا ہوں۔ کافی عرصہ پہلے ایک بار میں اس کے ہاتھوں مرتدگانِ شکست کھا چکا ہوں۔

”آپ شکست کھا چکے ہیں۔“ تینوں نے یوں اپنی حیرت کا اظہار کیا جیسے یہ تصور ہی ان کے لئے ناممکن ہو۔

”ہاں۔۔۔ میں حقیقت پسند فطرت کا مالک ہوں۔ واقعی تم لوگوں کے لئے میں ناقابلِ شکست ہوں مگر میں جانتا ہوں کہ عسکرانِ بھ سے ذہنی صلاحیتوں کے لحاظ سے بہت آگے ہے۔ چنانچہ اس دفعہ میں واقعی ناقابلِ شکست بن کر آیا ہوں۔ اور تمہارا ہر بے کمر ان میرے سامنے بے بس پڑا ہے۔ اسس ایکیش کی کھینچنے کے بعد اس طرف کی حالت قابلِ رحم ہو جائے گی۔ میرا آزاد ہوں۔۔۔ اس ملک پر میرا تسلط ہوگا۔ دنیا کی کوئی طاقت پھر میرے کام میں دخل اندازی نہیں کرے گی۔ چند لوگوں کو بعد میرے راستے کا سب سے بڑا پتھر ایک طرف ہٹ جائے گا۔“

پروردگاہ نے ہاتھ دے کر فرمایا۔

”مگر باس۔۔۔ کیا یہ واقعی وہی عسکرانِ بھ ہیں کا ذکر کرو آپ نے کیا ہے اور اکثر کرتے رہتے ہیں۔“ ایک نقاب پوش نے

ایک نقاب پوش ایک سائینڈ سے ٹرائی گھسیٹ کر قریب لے آیا اس پر مختلف درامیں اور آلات پڑے ہوئے تھے۔

باس نے ٹرائی سے ایک پھر ٹاسا آلہ نکالی کر اسے عمران کے دل پر لگایا اور دوسرا سراسر اس نے ٹرائی میں پڑی ہوئی ایک کیمو فائٹین کے ساتھ فٹ کر دیا۔

اس کیمو فائٹین کا جٹن دبتے ہی اسس کا ڈائل روشن ہو گیا اور پھر ڈائل پر سرخ سوئی تیزی سے مختلف بندھنوں کی طرف دوڑنے لگی۔ جلد ہی وہ ۱۰۰ فیوٹ پر جا کر رک گئی۔

”دریسی گڈ۔۔۔“ باس نے نیکی سسی آواز میں کہا۔ اور پھر جٹن آن کر دیا۔ اور آدھ بھی ہٹا کر اسپس ٹرائی میں رکھ دیا۔

”یہ نوجوان انتہائی طاقتور دل کا مالک ہے۔ میں نے اسے طاقتور دل اپنی زندگی میں ایک دو ہی دیکھے ہیں۔“

”اچھا۔۔۔ میں ایکیش تیار کروں۔“ باس نے کہا۔

پھر اس نے ٹرائی میں ایک بڑے سے برتن میں پڑی ہوئی چھوٹی سی سرخیج نکالی اور پھر اسس میں سوئی لگا کر اس نے ٹرائی میں پڑی ایک سبز رنگ کی چھوٹی سی شیشی کے ربر کے ڈھکن میں سرخیج کی سوئی گھونپ دی۔

چند لمحوں میں سرخیج سبز رنگ کے سیال سے بھر گئی اس کے بعد باس نے وہ دوا ایک اور شیشی میں انڈیلی جس میں پہلے سے زرد رنگ کا مائع معمولی مقدار میں موجود تھا۔

سبز دوائی اور زرد مائع کو اچھی طرح یکس کر کے اس آمیزے کو

بجھکتے ہوئے پوچھا۔

اور باس یوں چونک پڑا جیسے اسے کسی بچھوٹے کاٹ لیا ہو۔
"تمہیں اس پر کیسے شک ہوا۔" اس نے برائے سخت بیے
سوال کیا۔

"مگر۔۔۔ جس آسانی سے یہ انخواہوا ہے اور وہ بھی دو مو
سے کارکنوں کے ہاتھوں۔۔۔ اور اب جتنی بے بسی سے اس
پر پڑا ہے اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس شخص کے متعلق
ہوئے انہا نے غلطی کی ہے یا پھر یہ وہ شخص نہیں
نصاب پر مشتمل ہے اپنے شک کی پوری دہنا صحت کی۔

"جو نمبر۔۔۔ تم اپنی جگہ بیٹھے ہو۔ مگر یہ اصل مسلمان
اسی لئے میں نے اس کا بارٹ چیک کیا تھا۔ دراصل تم نہیں سمجھتے
اپنی ضرورت سے زیادہ خود اعتمادی کی بنا پر قابو میں آیا ہے۔
دو کارکن کیا ان جیسے ایک سو کارکن بھی اسے اس کی مرضی کے خلاف
یہاں نہیں لاسکتے تھے۔ یہ دراصل اصل حالات جاننے کے لئے
کارکنوں کے ساتھ خود چلا آیا ہے اور اس کے علاوہ اس نے مزید
شدید حرکت بھی اس لئے نہیں کی کہ وہ جانتا تھا کہ جس لمحے
جلبے یہاں سے فرار ہو سکتا ہے۔ اور یہی خود اعتمادی اسے
ڈوبی۔۔۔ اب تجربے کے بعد اسے اس کے فیکٹ میں پھینکا
دون گا اور خود بھی یہ قلعہ چھوڑوں گا اور اوپس بیٹھ کر اور ٹر چلا جاؤں
گا۔ اس کے بعد اس ملک میں میرا اصل مشن شروع ہوگا۔"

باس نے دہنا صحت کی۔

اس دوران وہ سرخج میں موجود معمولی کو بنو رہا تھا۔
"اب انجیکشن لگنا چاہیے؟"
اس نے بڑا راستے ہوئے کہا۔

اور پھر اس نے آگے بڑھ کر مسلمان کے بازو پر سے سین ٹیٹا
راس نے آہستہ سے سونی گوشت میں داخل کر دی۔ پھر سرخج میں بھرا
دا معمولی آہستہ آہستہ عمران کے جسم میں داخل ہوتا پہلا گیا۔ اور سرخج لالی
آتی جاتی گئی۔

جب سرخج میں موجود معمولی کا آخری قطرہ بھی مسلمان کے جسم میں
داخل ہو گیا تو باس نے ایک بجھتے سے سونی باہر کھینچ لی۔
"ڈا۔۔۔ باس نے ایک زبردست فائنڈر قبضہ چکایا۔

"میں نے مسلمان سے آخر کار انتقام لے لیا۔ آج کے بعد عمران
میرے مقابلے میں کبھی نہیں آسکے گا۔ میں نے اسے ہمیشہ میٹھے کے لئے
زندہ دو گورڈ کر دیا ہے۔"

باس خوشی سے چیخ رہا تھا۔

"اے پوسٹ میں سے آؤ۔" اس نے نصاب پوچھوں سے کہا۔
مگر اس سے پہلے کہ نصاب پوچھ آئے بڑھتے اچانک بال کے دانے
پر زور سے دستک دی جلتے لگی۔

"یہ کون ہو سکتا ہے۔" باس کے جیسے میں فتوہ پیش کی
بھکیاں نمایاں تھیں۔

اس نے آگے بڑھ کر ستون پر موجود ایک سرخج ان کر دیا۔ سرخج
کے ان ہوتے ہی دروازہ تیزی سے کھٹ چلا گیا۔

کے قریب زرشن اپنی جگہ سے ہٹا چلا گیا:

سب سے پہلے ہاس اس میں اتر گیا اور پھر بلیک زبرد سے لڑا۔
چھوڑ کر وہ زمینوں میں اچانک پلٹے اور دوسرے لمحے وہ اس میں اترنے
پہلے گئے۔

بلیک زبرد عمران کی طرف پکارتا تھا مگر اسی لمحے عمران کی آواز اس
کا ذہن میں بڑی:

”یر کیا ہو رہا ہے جہانی؟“

بلیک زبرد ششک کر کر گیا۔ غلامہ پارہ برابر ہوتا چلا گیا۔

بلیک زبرد تیزی سے عمران کے قریب آیا اور پھر اس نے تصور
کے کلپ تیزی سے کھولنے مشروع کر دیئے۔

عمران بڑی جرات سے بلیک زبرد کو دیکھ رہا تھا۔ جیسے پہچان رہا
کہ اس کتاب کے پیچھے کون ہے۔

”چلیے عمران صاحب — جلدی نکل چلیے۔“ بلیک زبرد —
عمران کو آزاد کرتے ہوئے سرگوشی میں کہا۔

”ار سے تم مجھے نکالنا چاہتے ہو۔ کیا اخوار بالہجر کا ارادہ ہے
یر سے نکل جانے کے بعد یر سے ماں باپ دنیا کو کیا منہ دکھائیں گے
عمران اب یر سے اتر کر کھڑا ہو چکا تھا۔

مگر بلیک زبرد نے اس کی ایک نرسنی اور دوسرے لمحے اس
پاؤں پر کڑک گئی۔ ہوا اوروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا

دردنا سے سے باہر نکلتے ہی دونوں ماہر اسی میں جھلکے گئے۔
راہدار اسی سلسلہ پر ہی تھی۔

جلدی یر میں چڑھتے ہوئے بلیک زبرد عمران کو اس نکتہ کو گھڑی
سے نکالنا ہوا پر اسے قلعے کے صحن میں لے آیا۔

”اسے مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔“

عمران نے بڑے سرگوشیا زانہ میں بلیک زبرد سے پوچھا۔ لیکن
بلیک زبرد نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ بس عمران کا ہاتھ پکڑے کہا کرتا رہا
اسے خطرہ تھا کہ کسی وقت بھی ان دونوں پر کہیں سے نازنگ
لموئی جاسکتی تھی اور وہ دونوں یقیناً اس اندھنی نازنگ کا شکار ہو سکتے
تھے۔

مگر شاید وہ ان دونوں کو دلوں سے نکلنے کا موقع خود پیدا کرنا چاہتے
تھے۔ اسی لمحے ان کے راستے میں صوفی سی بھی رکاوٹ نہ آئی۔ وہ جلد ہی
مورٹسا نیگل کے پاس پہنچ گئے۔

بلیک زبرد نے جیب سے چٹائی نکالی اور پھر اچھل کر مورٹسا نیگل پر
وار ہو گیا۔ سب سے ہوشن فوجان ابھی تک وہیں بڑا تھا۔

سیلف سٹارٹ میں دباستے ہی مورٹسا نیگل کا بنے آواز انہن جاگ
نسا اور دوسرے لمحے بلیک زبرد نے صبح دبا کر گیزر بدل دیا

یہ سن لستے اصحاب ہوا کہ عمران ابھی مورٹسا نیگل پر نہیں بیٹھا۔
اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا تو عمران داپس قلعے کی طرف جا رہا تھا۔

اور بلیک زبرد عمران کی اس حرکت پر حیران رہ گیا۔ اس کے
لب میں خود یہ خیال آیا کہ کہیں عمران کا دماغ تو ماڈرن نہیں ہو گیا۔

اب اس کے ذہن میں آیا کہ جب اس نے رو دیکھا ان سے دیکھا
ما اور پھر وہ زب سے کو کھول کر اندر داخل ہوا تھا تو سر تک خالی تھی۔ اس کا

مطلب یہ تھا کہ مجرموں نے کوئی دوا عمران کے جسم میں داخل کر دی ہے بلکہ زبردستی ایسی دینا دیا اور پھر سوڑسا نیکل عمران کے پیچھے ڈالی۔ عمران زیادہ تیزی سے نہیں دوڑ رہا تھا۔

اس نے ”سرسے طے سوڑسا نیکل اس کے قریب جا کر رک؟“ عمران صاحب — یہ آپ کیا کر رہے ہیں جلد ہی میرے پیچھے بیٹھے اور زندہ ہل کر دیں گے؟“

بلکہ زبردستی عمران سے کہا۔
عمران جو سوڑسا نیکل کے قریب پہنچنے ہی تک گیا تھا، مجرموں کے حملے کا سنبھلنے ہی خوفزدہ ہو گیا۔

”کیا واقعی مجرم ہل کر دیں گے۔ بچاؤ — خدا کے اسمے نقاب پوشش درندہ سے — اودہ۔ اودہ۔ صاف کرنا نقاب فرشتے — مجھے بچاؤ۔“

”عمران کے بیچ میں شدید غصے کی جھلکیاں نمایاں تھیں۔ اور بلکہ عمران کی اس بے مثال اداکاری پر مسلمان رہ گیا۔ وہ سوچنے لگا بلے مثال ایک مرتبہ۔“

اس نے عمران کو سوڑسا نیکل کے پیچھے بیٹھنے کے لئے عمران اچھل کر سوڑسا نیکل کے پیچھے بیٹھ گیا۔

بلکہ زبردستی سوڑسا نیکل واپس موڑی اور پھر وہ گیس پر چلا گیا۔

ٹاپ گیسرنگے ہی اس نے ایسی جھلپ لوری قوت سے موڑ دیا سوڑسا نیکل ہوا ہو گیا۔

”اوسے — اوسے — اوسے چلاؤ۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔“

سوڑسا نیکل کی رفتار تیز ہوتے ہی عمران نے صراحت کر بلکہ زبردستی سے کہا لیکن بلکہ زبردستی بھلا کب مسلمان کے اس بھرتے میں آئے۔ الا تھا۔

اس نے رفتار کچھ اور بڑھا دی اور عمران کے منہ سے اب باقاعدہ بغیریں نکلنے لگیں جیسے وہ انتہا سے زیادہ خوفزدہ ہو گیا ہو۔

کراسنگ مڑتے ہی اہانگ ایک تیز گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی اور بلکہ زبردستی کسی خطرے کو محسوس کرتے ہوئے رفتار آہستہ کر لی۔

گڑگڑاہٹ کے چند لمحوں بعد ایک کان پھاڑا ہوا ہمارا کہ اتنا شدید تھا کہ زمین لرزنے لگی تھی۔ بلکہ زبردستی پھرتی سے بریک لگا کر سوڑسا نیکل روک دی۔

سوڑسا نیکل مکے ہی عمران نیچے اترا آیا۔ اور پھر بلکہ زبردستی نظر بند ہو گیا۔ موجود پر اسے قطع پر پڑی۔ جس سے شیشے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ تمام گیس کی بیٹھ میں تھا۔

”جو بھرتے — بلکہ زبردستی کہا۔“

اب اس دھماکے کا راز اس کی کچھ میں آگیا تھا مجرموں نے ان کو چل جانے پر اپنا اڈہ تباہ کر دیا تھا۔ مگر اس کے باوجود اس نے ڈر کر دیا تھا کہ وہ سیکرٹ سرورس کے لیے ان کو قتلے کی تلاش کا حکم فرما رہا تھا۔

عمران بوظنون کی تسلسل مز پھاڑے قتلے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ بلکہ زبردستی نقاب اتار کر جیب میں ڈالا اور پھر عمران سے

مخاطب ہوا۔

”بیٹھے عمران صاحب“

اس نے بڑے سو ذرا اذمازا میں کہا۔

”میں نہیں بیٹھا۔۔۔ تم تیز چلائے ہو“

عمران نے بیٹے کی طرح روکتے ہوئے کہا۔

”اچھا اب آہستہ چلاؤں گا۔ آپ بیٹھیں تو سہی“

ملک ذیروز نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اور سلطان دہلوی پر بیٹھ گیا۔

”دوسرے لمحے نور سائیکل چھوڑ کر تیزی سے شہر کی طرف جا گئے تھے۔“

ملک کے ذیروز صانع جناب عطار الرحمن اپنے ملازمت و دفتر میں ایک اہم فائل کا مطالعہ کر رہے تھے۔ ان کے چہرے پر حیرت کے آثار صاف نظر آتے جا سکتے تھے۔ جیسے جیسے وہ فائل پڑھتے جاتے، ان کے چہرے پر سوالوں کی تعداد کچھ بڑھتی جا رہی تھی۔

پھر ایک طویل سائنس کے کرائیوں نے فائل بند کر دی اور خود سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ جیسے وہ کسی گہرے مسئلے پر سمجھ بچار کر رہے ہوں۔

اچانک بجنے والی ٹیلیفون کی گھنٹی نے ان کے لئے الارم کا کام کیا، اور پھر وہ چونک کر سیدھے ہو گئے۔ انہوں نے ریسیور اٹھا لیا۔

”سر۔۔۔ کمانڈر انچیف آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ ان کی پرسنل سیکرٹری کی شیریں آواز سنائی دی۔“

”کنکٹ کرو۔۔۔ ذیروز قاسم نے سپاٹ سلجے میں کہا۔“

اور پھر کمانڈر انچیف کی سمیت آواز ان کے کانوں سے گھونکی۔

"ہیلو۔۔۔ میں ریاض بات کر رہا ہوں۔"

"میں جنرل ریاض۔۔۔ کیا بات ہے۔۔۔ ذرا کہنے کا موقع دے دو۔"

وزیر دفاع نے سروس سے پیچھے ہٹ کر پوچھا۔

"سرا میں نے کل آپ کے مظاہرے کے لئے ایک فائل زیر و زبور تیار کی اور اسل کی تھی۔ امید ہے آپ نے اسے پڑھ لیا ہوگا۔" کانڈرا انجینئر جنرل ریاض نے کہا۔

"ٹان۔۔۔ میں ابھی ابھی اس فائل کو دیکھ رہا تھا۔ یہ انتہائی عجیب بات ہے جو آپ نے اپنی رپورٹ میں منگلی ہے کہ کچھ چندہ نوں سے تھانہ فوج کا مورمان تیزی سے گزنا چلا جا رہا ہے۔ بڑے انٹروں سے بے کراہ سپاہی ایک انتہائی بزدلی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔"

وزیر دفاع نے جواب دیا۔

"ییس سر۔۔۔ میں اس مسئلے میں وضاحت کرنا چاہتا تھا؟"

کانڈرا انجینئر نے جواب دیا۔

"تو بہتر ہے آپ میرے پاس آجائیں۔ فون پر ایسی بات ٹھیک نہیں۔" وزیر دفاع نے جواب دیا۔

"اوکے سر۔۔۔ میں ابھی آ رہا ہوں۔" کانڈرا انجینئر نے کہا۔

اور پھر سلسلہ ختم ہو گیا۔

وزیر دفاع نے بیل پور دیکھ دیا اور وہ بارہ فائل کھول کر بیٹھ گئے۔

تقریباً پانچ منٹ بعد سیکرٹری نے انٹر کلام پر کانڈرا انجینئر کی آمد

اطلاع دی۔ اور پھر ان کے اجازت دینے پر کانڈرا انجینئر جنرل ریاض

آگئے۔

"رینازنگ روم میں چل کر بیٹھنے میں۔۔۔ ذرا اطمینان سے گفتگو ہوگی۔" وزیر دفاع نے کہا۔

اور پھر فائل ہاتھ میں اٹھاتے وہ دونوں آگے پیچھے چلتے ملحقہ رینازنگ روم میں جا بیٹھے۔

"ٹان۔۔۔ اب بتاؤ۔۔۔ یہ رپورٹ آپ کے پاس کیسے پہنچی اور یہ سب کچھ کیسے ہوا؟"

وزیر دفاع نے سوال کیا۔

"سر۔۔۔ تین دن پہلے مجھے پہلی بار ملٹری انٹیلی جنس سے ایک مختصر رپورٹ ملی جس میں اس بات کا ذکر تھا کہ اچانک ہماری فوج میں

بزدلی کے نظریات چل گئے ہیں اور ہر شخص جنگ سے خوفزدہ ہو گیا ہے۔ اس کی کوئی وجہ نہیں بتائی گئی تھی بلکہ یہ سمجھا گیا تھا کہ اس پر

تحقیق شروع کر دی گئی ہے۔ دوسرے دن ہجر رپورٹ ملی جو پہلے سے بھی زیادہ تشویشناک تھی۔ ایک سیکر میں فوجی انٹروں

اور سپاہیوں نے بدترین بزدلی کا مظاہرہ کیا حالانکہ اصل سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ سیکر کے دوران ہی انٹر اور سپاہی ایکوٹر سے

سے یوں جان بچانے کے لئے جھاگے جیسے وہ بزدل جبریں ہو۔ اس کے بعد مجھے ایک اور رپورٹ ملی جس میں یہ بتلایا گیا تھا کہ

ہماری فوج مشکل طور پر بزدلی پر بھی بے اور اب یہ کسی چھوٹے سے ٹک کے سامنے بھی مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتی اور کہاں جہاں دشمن ٹک

کے باوجود گنا فوج۔ جبکہ اس سے پہلے تو ہمیں کہہ سکتے تھے کہ باوجود سپاہی اور آئیسر کورال جتنا بند تھا کہ وہ پانچ گن فوج کو نظر میں ہی نہ

”عطار الرحمن سپکنگ“۔ وزیر دفاع نے بھی جواب کہا۔

”فرمائیے“۔ سرسلطان نے پوچھا۔

”سلطان صاحب۔۔۔ ایک عجیب و پر عجیبہ کس سلسلے آپ سے

مجھے ابھی ابھی اس کے متعلق اطلاع ملی ہے۔ میں نے سوچا کہ آپ اس کے متعلق ڈسکس کر لی جاتے۔“ وزیر دفاع شاید اپنا مطلب یہ فریضے سے واضح کرنے میں ناکام رہے تھے۔ کیونکہ دوسری طرف سے سرسلطان کی الجھی ہوئی آواز سنائی دی۔

”کیا مطلب جناب۔۔۔ میں سمجھا نہیں۔“

”بات یہ ہے سلطان صاحب۔۔۔ ابھی ابھی کمانڈر اپنلین

مجھے اطلاع دی ہے کہ کچھ دنوں سے ہمارے ہیڈ کوارٹر میں موجود فرجنی اور آئیئر کمانڈر کا مورالی تعلق گر گیا ہے۔ وہ تمام لوگ اپنی فطرت کے برائے انتہائی بزدل ہو چکے ہیں۔ عذری ایشی میں کی رپورٹ بھی یہی ہے۔“ وزیر دفاع نے اپنی بات کی وضاحت کی۔

”کیا مطلب۔۔۔ مورال گرچکا ہے۔۔۔“

”سہمی نہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں۔“ سرسلطان کے لیے سے اظہار ہو رہا تھا جیسے انہیں وزیر دفاع کی دماغی صحت پر شک ہو گیا اور بات بھی ایسی ہی تھی کہ جو بھی سنا پہلے تو کہتے دالے کو قرار دیتا۔

”جی ہاں۔۔۔ یہی بات ہے۔“

وزیر دفاع نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

”کمال ہے۔۔۔ آپ اتنے عقلمند اور مدبر ہیں۔ اس

ن اور تو کچھ نہیں کہہ سکتا مگر۔۔۔“

سرسلطان بھی الجھ گئے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اپنی بات کس طرح منکلی کریں۔

”جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں ہر کوئی پہلے یہی سوچتا ہے۔ جب مجھے ملے پہلے اس بات کی رپورٹ ملی تو مجھے بھی کمانڈر اپنلین کی دماغی صحت پر شک ہو گیا تھا۔ مگر پھر ان سے قومی گفتگو کے بعد میں اس نتیجے پہنچا ہوں کہ معاملہ انتہائی پر اسرار اور مشکوک ہے۔“ وزیر دفاع شاید سرسلطان کا مطلب سمجھ گئے تھے۔

”وہ نائن آپ کے پاس موجود ہے تو مجھے بھجوا دیجئے۔ بروری تفصیل دہننے کے بعد ہی اس کے متعلق کچھ کہہ سکتا ہوں۔“ سرسلطان نے

یاد دہا بات ٹالنے میں ہی عافیت سمجھی۔

”شک ہے۔۔۔ میں ابھی مقلق نائن آپ کے پاس بھیج دیتا ہوں۔“ وزیر دفاع نے کہا اور پھر ریسپونڈ کر رکھ دیا۔

”ریسپونڈ رکھنے کے بعد انہوں نے۔۔۔“ سیکرٹری کوٹ کی

پر واپس و تھری سرسلطان کو بھیجنے کے احکام نوٹ کر اسے اذیتوں کو دہننے سے باہر پہلے گئے۔

ان کا دماغ اس بات پر اتنا الجھ گیا تھا کہ وہ دفتر میں مزید کام کرنے سے اپنے آپ کو قاصر سمجھ رہے تھے۔

گمانی شروع کر دی اور جب ڈاکہ کی سوتی ایک سرخ رنگ کے
 نشان پر پہنچی تو ٹرانسیر سے ایسی آوازیں نکلے۔ نہیں بیسے سمندر کی
 برس ساحل کے ساتھ مرتیک رہی ہوں۔

آہستہ آہستہ شور مچا رہا تھا اور پھر ایک بھاری بھاری آواز
 اس کے کانوں سے گھرائی

"ہیلو — بیسج دی ورلڈ میں سبز گلابوں کی آواز ہے"
 "ہیں — بیسج دی ورلڈ میں سبز گلابوں کی آواز ہے"
 دور — غیر ملکی نے ہراسے ہو کر پوچھا ہے میری کیا۔
 "مارشل تو مارشل کو کسے کہتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو آواز ہے۔ آج میں اپنا
 شن ٹیوٹو مکمل کرنا چاہتا ہوں اور پھر..."

دوسری طرف سے بھاری بھاری آواز آئی تھی اور وہ بھی کہتا
 "اوسکے پاس — ہر دو گلابوں کی آواز ہے بیسج میں ساؤنڈ
 رشل نے جواب دیا۔
 "تم دو گلابوں مکمل طور پر تیار ہو کر آنا، اس وقت تک کہ وہ گلابوں نے
 ہر گلاب نام دینا ہے۔ اور وہ گلابوں کی آواز ہے۔"
 "اوسکے پاس — ہر دو گلابوں جیتنا گلابوں کی آواز ہے جس
 فی صلاحتیوں پر اعتماد ہے۔ اور۔
 مارشل نے ہراسے غیر بیسج میں کہا۔

"ٹھیک ہے — میں انتظار کر رہا ہوں — ہری اپ -
 اور اینڈ آل " پاس نے کہا۔
 اور اس کے ساتھ ہی آواز آئی بند ہو گئی اور پھر سمندر کی لہروں کا

ایک سے کرسے میں آسنے سامنے دو غیر ملکی بیٹھے ہوئے تھے کہ
 کا دروازہ بند تھا۔ اور کرسے کے اندر تیز سبز رنگ کا گلاب جل رہا
 "باس — ہمارا مشن بے حد کامیاب رہا ہے مگر فی الحال
 چھوٹے پیمانے پر تجربہ کیا گیا ہے " دوسرے غیر ملکی نے جواب دیا
 اس سے پہلے کہ پہلا غیر ملکی کوئی جواب دینا، کرسے میں تیز
 کی آواز گونجنے لگی۔

دونوں چونک کر اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر ان میں سے ایک
 تیزی سے آگے بڑھ کر دیوار کے ساتھ لگی ہوئی الماری کے پینٹ کھ
 دیکھے۔ اور اندر پڑے ہوئے ایک ہراسے ٹرانسیر کا سبز گلابوں کا
 پر چڑھ گیا۔ پھر اس نے ٹرانسیر کا ایک پینٹ دبا دیا۔

پن دبتے ہی سیٹی کی آواز جو اسی ٹرانسیر سے نکل رہی تھی،
 ہو گئی اور ٹرانسیر میں جیسے زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ غیر ملکی نے ایک

شور ستانی سے لگا۔

مارشل نے ٹرانسیفر کا بن آت کیا اور پھر سیڈنوں انارک ٹرا کے ایک کے ساتھ لگا گیا اور اناری بند کر دی۔

”مارشل — باس نے طلب کیا ہے وہ مشن فوری پر انجام دینا چاہتا ہے اور اس کام کے لئے اس نے پہلے کی طہ نہیں ہی مکتوب کیا ہے۔“ مارشل نے مارشل کو تفصیلات بتائیں۔ ”یہ ہماری غرض تھی ہے مارشل — مگر یہ مشن لڑا گیا ہے ہے۔“ مارشل نے فخر مندانہ لہجے میں کہا۔

”ڈونٹ وری مارشل — مشن مبرو جو بھی ہوگا بہر حال یقین ہے کہ ہر کام دیاب لوئیس کے۔ اب پلو ہاس انتظار کر رہے ہے مارشل نے اس کے کانٹے پر نرمی سے ہاتھ رکھتے ہوئے اور پھر وہ دونوں تیزی سے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھے انہیں ایسی کر سیوں پر بیٹھے بندھی گئے ہوتے تھے کہ سدا کی دیوار روشن ہو گئی۔ اور پھر ایک نقاب پوش چہرہ اس روشنی اہلے لگا۔ وہ دونوں مودب ہو کر بیٹھ گئے۔

وہ یوں اس نقاب پوش چہرے کی طرف دیکھ رہے تھے جی کسی مقدس دیوتا کے درشن کر رہے ہوں۔

دیوار پر اچھرنے والے چہرے کی طرف آنکھیں اور بوسنا نظر آ رہے تھے۔ باقی ہر چیز سیاہ نقاب کے پیچھے پنہاں تھی۔ ”تم آگے مارشل —“ چہرے کے ہونٹ بنے۔

اگر ادا نہیں پورے کمرے میں گونجتی ہوئی سموس چوری جی تھی

”میں باس — ہم حاضر ہو گئے ہیں۔“ مارشل نے انتہائی ہونہار لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے — اب تم مشن کی تفصیلات سمجھ لو۔ اور پھر مشن پر روانہ ہو جاؤ۔ تم نے ہر حیت پر کامیاب واپس لوٹنا ہے۔ تم ہاتھ نہ ہو کر میری منت میں ناکامی کا فکرموت لاشوں کے لئے استعمال ہو جاؤ۔“ باس نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

اور ان دونوں کو یوں سموس ہوا جیسے انہیں جاڑے کا ہمار ہو گیا جو۔ پھر سموس طور پر ان کا درواں رواں کا پینے لگا تھا۔ نہانے باس کے پیچھے میں کیا جا دو تھا۔

”ہم کامیاب لوٹیں گے باس —“ اسٹو مارشل نے حواس مجتمع کرتے ہوئے کہا۔

”اد کے وٹس پو گنڈا لک۔“ باس نے جواب دیا۔

اور دوسرے لمحے اس کا چہرہ خاک ہو گیا۔

اب دیوار سیاٹ تھی۔ دیوار پر روشنی بدستور موجود تھی۔ پھر روشنی میں ایک منظر اچھرنے لگا۔ منظر میں ایک بہت بڑا پانی صاف کمرے کا کارخانہ نظر آرہا تھا۔ یہ فوجی چھاؤنی کا وارڈ گینگ کا علاقہ تھا۔ تمام فوجی چھاؤنی کو اس وارڈ گینگ پلانٹ سے صاف شدہ پانی سپلائی کیا جاتا تھا۔ ظاہر ہے یہ ایک اہم ترین مقام تھا۔ اس لئے اس کی حفاظت کا بھی مشورل ترین بندوبست تھا۔

”تم دونوں نے اس پلانٹ کے اندر داخل ہونا ہے اور پھر اس کے وارڈ اسٹور میں وہ جراثیم مٹانے میں۔ جو ابھی تمہارے سوالے کے کہا میں

تیار سے ذہن میں اٹھ رہا ہے وہ میرے ذہن میں بھی آسکتا ہے، میں نے اس کا مل سوچ لیا ہے، وقت آنے پر سب کچھ ہو جائے گا فی الحال جو تم سے کہا گیا ہے وہ کرو۔“

اس دفعہ باس کا جواب بے حد سخت تھا۔
 ”سوری باس“ مارشل نے قدر سے ٹوٹ زوہ بیٹے میں کہا۔

”اور کسے۔۔۔۔۔ اب تم لوگ جاؤ۔ اسی کمرے کی بائیں دیوار کی دوسری امداری میں تمہیں ان جراثیموں کی شنسی مل جائے گی۔“

باس کی آواز سنا کر ڈی۔ اور پھر دیوار تارکیک ہو گئی۔
 دیوار کے تارکیک ہوتے ہی مارشل اور مارشٹ اٹھے اور پھر انہوں نے بائیں دیوار کی دوسری امداری کھولی اس میں ایک چھوٹی سی بوتل موجود تھی، جس کا مذکسہ مخصوص گیٹیکل سے بند کیا جوا تھا۔ بوتل میں موجود جراثیم مل کر ایسے محسوس ہو رہے تھے جیسے میز رنگ کا مملو ہو۔

بوتل پر لیکو بادل چھوٹی تھی اس نے مارشل نے اسے اٹھا کر گوت کی جیب میں رکھ لیا اور پھر وہ دونوں کمرے کے دروازے کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

گئے۔ باس نے انہیں ہدایات دیتے ہوئے کہا۔
 ”باس۔۔۔۔۔ اگر گستاخی منان ہو تو ایک سوال کر سکتا ہو مارشل نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

”ہاں۔۔۔۔۔ کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟“ باس نے نرم جھجے میں کہا۔
 ”باس، چھاؤنی میں ہم بیٹے ہی وہ جراثیم ملگ پلانٹ میں ملا چکا ہیں جنہوں نے چھاؤنی کے سپاہیوں اور آفیسرز پر خاصا اثر کیا ہے اب پھر چھاؤنی کے پلانٹ میں ان جراثیموں کو ملانے کا کیا فائدہ؟“

مارشل نے اپنا امتراض تکمیل سے پیش کیا۔
 ”مارشل۔۔۔۔۔ تم ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتے۔ وہ جراثیم جو تم ملک پلانٹ میں ڈالے تھے۔ ان کی زندگی بے حد مختصر ہے اس سلسلے ان کا حلقہ اثر بھی محدود تھا۔ صرف چوبیس گھنٹے بعد ان جراثیموں کا اثر ختم ہو جاتا تھا۔“

اب جو جراثیم تم نے واٹر پلانٹ میں ملائے ہیں۔ یہ سیدھا قوتور اور تیزی سے اپنی شکل بڑھاتے ہیں۔ اس لئے ان کا حلقہ اثر بھی بڑھ دینا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس ملک کی فوج آجکل جس عارضی نوع کی کیفیت میں مبتلا ہو گئی ہے وہ کیفیت مستقل ہو جائے۔“

باس نے جواب میں انہیں تفسیلات سے آگاہ کیا۔
 ”مگر باس۔۔۔۔۔ کیا صورت چھاؤنی کی فوجوں پر اپنا اثر ڈالنا کاڈ گایا پور سے ملک میں اور خاص طور پر ہمارے ملک کی سرحدوں پر یہ فوج پڑی ہے ان کا کیا ہوگا۔“ مارشل نے دوسرا سوال کیا۔

مارشل تمہیں اس معاملے میں مدخل دینے کی ضرورت نہیں، جو سوا

”ار سے آپ سینے تو سہی وہ دائمی ماسٹروں کے مشعلق پوجھ رہا تھا
 عمران نے خرافات بھر سے بچھے میں جواب دیا۔
 ”کیا مطلب — کیا اس ڈاکٹر کا دماغ خراب تھا۔“ نفسیاتی معالج
 نے چونک کر پوچھا۔

اسے دراصل اپنی بات کے خلاف معاملہ ہاستے دیکھ کر غمزدہ؟
 گیا تھا۔

”ار سے نہیں — صرف اسی ڈاکٹر کا دماغ تو صحیح تھا، وہ وہاں
 مجھے ماسٹر سمجھ رہا تھا۔“

عمران نے وضاحت کے ساتھ ساتھ اس پر بھی چوٹ کر دی
 نفسیاتی معالج خون کے گھر ٹٹنی کر رہ گیا۔ وہ ادا کر بھی کیا سکتا
 تھا، نفسیاتی معالج تھا، اور مرین تو ڈاکٹروں پر چومیں کرتے رہتے ہیں؟
 ”آپ جو تھی جماعت میں اسٹے ٹرے تھے کہ ڈاکٹر آپ کو ماسٹر
 سمجھ رہا تھا۔“ اب نفسیاتی معالج نے غصے سے جھبے ہوئے
 بچھے میں کہا۔

”جی نہیں — دراصل ہمارے سکول کے ماسٹر چھوٹے
 تھے۔“ عمران نے بڑی مصومیت سے جواب دیا۔

اور نفسیاتی معالج بیچارہ عجیب سی کیفیت میں مبتلا ہو گیا، اس
 کا دل تہمتہ لگانے کو بھی چاہتا تھا اور رونے کو بھی۔ بہر حال اس کا
 حرم چہرہ ہی رنگ بدلتا رہا، اور وہ اپنے تاثرات زبان سے
 ادا کر رہا تھا۔

”آپ کو کوئی بیماری تو نہیں؟“ آخر اس نے نیا سوال کر دیا۔

معدومت ڈاکٹر تھا اور بچوں کے امراض میں ماہر تھا۔

ہمارے سکول کے بڑے ماسٹر نے بہت جباری نہیں مہے کر لے
 بلوایا تھا، کہ وہ ہم سب بچوں کا طبی معائنہ کرے اور اگر کوئی ہم میں سے
 بیمار ہو تو اس کا علاج ہو سکے۔ سن رہے ہیں نا آپ؟
 عمران نے آخر میں ڈاکٹر کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

اور ڈاکٹر کے چہرے پر موجود ناگوار سی اور بیزاری کے اثرات صاف
 نظر آ گئے۔

”ہاں، ہاں صاحب — سن رہا ہوں۔ بڑا ہی دلچسپ واقعہ
 ہے۔“ نفسیاتی معالج شاید اپنے پیشے کو دل ہی دل میں گالیاں دے رہا
 تھا کہ اس پیشے میں کیسی کیسی مصیبتوں سے پانا پڑتا ہے۔

”ہاں تو صاحب — اس نے سب بچوں کا معائنہ کیا، جب میرا
 باری آئی تو اس نے مجھ سے پوچھا

”ہیلو ماسٹر — کیا حال ہے؟“
 میں نے جواب دیا۔

”جناب ماسٹروں کا بہت برا حال ہے۔ کوئی سبے چارہ ہوا میرا کرتا
 ہے تو کوئی ٹوٹے کا امیر، کسی کو کم ستانی دیتا ہے تو کسی کو دکھانی کم دیتا
 ہے۔“ میں نے اپنے سکول کے ماسٹروں کی بیماری کی تفصیل بیان
 کرنی شروع کر دی۔

”ہاں — تو آپ سمجھے کہ وہ آپ سے ماسٹروں کی بیماریوں
 کا پوچھ رہا تھا۔ وہ تو آپ کے مشعلق پوجھ رہا تھا۔“
 نفسیاتی معالج اس واقعہ سے کافی متحفظ ہوا۔

”جی ہاں۔۔۔ بہت سی بیماریاں ہیں۔“ عمران نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔
”مثلاً“۔۔۔ ڈاکٹر نے سوال کیا۔

”مثلاً مجھے آنکھوں کی بیماری ہے۔ دور کی چیز نزدیک نظر آتی ہے۔ اور نزدیک کی دور۔ شمال کی چیز جنوب میں اور مشرق کی مغرب میں یعنی مثال کے طور پر یوں سمجھ لیجئے کہ مجھے سورج مغرب سے طلوع ہونا دکھائی دیتا ہے اور مشرق میں غروب ہوتا محسوس ہوتا ہے۔

یہ تو ہونی آنکھوں کی بات۔۔۔ اب ناک سے لیجئے۔ خوشبو کی جگہ مجھے خوشبو اور بدبو کی جگہ مجھے بدبو محسوس ہوتی ہے۔“
”ارے۔ یہ تو کوئی بیماری نہ ہوتی۔“ نفسیاتی معالج چونک پڑا۔
”خواہ مخواہ کو نہ ہوتی۔۔۔ اگر آپ کو خوشبو کی بجائے

خوشبو اور بدبو کی بجائے بدبو آئے تو آپ اسے بیماری ہی نہیں کہیں گے۔ آپ کمال کے ڈاکٹر ہیں۔“ عمران اپنی ضد پر اڑ گیا۔
”اچھا صاحب۔۔۔ میں سمجھ گیا کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں ڈاکٹر نے ہزار کن بیسے میں جواب دیا۔

”اب منہ کی طرف آئیے۔“ عمران شاید تفصیل سے اپنے بیماریاں گنونا چاہتا تھا۔

”بس کتاب۔۔۔ اتنا ہی کافی ہے۔ اب مجھے اجازت دیجئے نفسیاتی معالج اکتا کھڑا ہوا۔

اس کے چہرے سے یوں محسوس ہو رہا تھا، جیسے اس کے پیٹ میں منہ مروڑا نظر رہے ہوں۔

”پھر کب آئیے گا ڈاکٹر صاحب۔۔۔ آپ سے گفتگو کر کے مجھے اپنا پیٹ ہلکا محسوس ہو رہا ہے۔“
عمران نے بھی اسٹھٹے ہونے کہا۔
اور پھر ڈاکٹر دو روزہ کھول کر باہر نکلی گیا۔

اس کے باہر جاتے ہی عمران نے تیزی سے اپنے ہاتھ سے بندھی ہوئی گھڑی کا دندہ مین کھینچا اور پھر چند لمحوں بعد گھڑی کے ڈائل پر سرخ رنگ کا ایک نقطہ چمکنے لگا۔
عمران نے گھڑی سے منہ لگایا اور بولا۔

”ہیلو ٹائیسٹر۔۔۔ عمران سپینگلگ اور۔“ عمران نے کہا۔

”میں سر۔۔۔ ٹائیسٹر سپینگلگ۔۔۔ اور۔“

دوسری طرف سے ٹائیسٹر کی آواز سنائی دی۔

”ٹائیسٹر۔۔۔ فوراً رانا ہاؤس سس پہنچو۔ ایچی جڈ منٹ بعد ملک کا مشہور نفسیاتی معالج ڈاکٹر رشید رانا ہاؤس سے باہر نکلے گا اس کا تعاقب کرو اور مجھے اس کی مکمل رپورٹ دو۔ اور۔“

عمران نے تفصیل سے ٹائیسٹر کو حکم دیا۔

”او کے سر۔“ دوسری طرف سے ٹائیسٹر نے جواب دیا۔

عمران نے دندہ مین آفٹ کر دیا اور لوڈ کرے سے باہر آ گیا۔

اگلے گھر کے باہر برآمدے کے کونے میں ڈاکٹر رشید حسن الہ بیک زبرد کو تیار ہاتھ کر مٹھارے بھائی کا دامخ بائیکل خراب ہو چکا ہے۔ اب یہ میٹیل کیس بن چکا ہے اسے فوراً میٹیل ہسپتال میں

داخل کر اذکور نہ یہ کہیں رو زبرد خراب ہوتا جائے گا۔

اور بیک زبرد بڑی حیرت سے ڈاکٹر کی شکل دیکھ رہا تھا جس کے پاس نفسیات کی اعلیٰ ترین ڈگریاں تھیں اور جو عمران کو پاگل قرار دے رہا تھا

”آپ کیا کہہ رہے ہیں ڈاکٹر صاحب۔ عمران اور پاگل بیک زبرد نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”جی ہاں رانا صاحب۔ وہ زیادہ بڑھ جانے کی وجہ پاگل ہو گئے ہیں اور دوسرے آپ ان کا باہر ہی تبدیل کر دیں۔ اچھا لاشعوری طور پر اپنے باہر ہی سے بے حد رقابت ہے۔ وہ شاید شو طور پر آپ سے شکایت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ آپ ان سے بڑے ہو گئے“

”اوہ۔۔۔ اچھا۔ اچھا ڈاکٹر صاحب۔ میں آپ کی ہدایات خیال رکھوں گا۔ آئیے میں آپ کو پورنٹنگ چھوڑ آؤں“

بیک زبرد ڈاکٹر کے اس فقرے سے بھگ گیا کہ عمران نے ڈاکٹر کو بھرا کر بے وقوف بنایا ہو گا۔ اس نے اب وہ ڈاکٹر کو کھانے کی دعوت دیا۔

”اوہ۔۔۔ آپ تکلیف مت کیجئے میں چلا جاؤں گا“

ڈاکٹر نے انکاری سے کہا۔

اچھا۔۔۔ خدا حافظ“

بیک زبرد نے سہاٹ لہجے میں کہا۔

اور ڈاکٹر کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اسے شاید اپنی انکاری کے

کی توقع نہیں تھی۔ بیک زبرد ہنسے بھسے ڈاکٹر کو بھرا کر بے وقوف بنایا ہو گا۔ جہاں اس کی کار موجود تھی۔

بیک زبرد وہاں مڑا تو اسے سامنے دروازے میں عمران کھڑا نظر آ گیا۔

”کیا حال میں ظاہر صاحب۔۔۔ کتنی نہیں دی ہے ڈاکٹر صاحب کو؟ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب چھوڑیں نہیں کو۔ پر بتائیں آپ نے ڈاکٹر کو چائے کا گوب آؤ بتایا“

بیک زبرد نے عمران کی بات کو ٹانٹے ہوئے کہا۔

”وہ تو پیسے ہی بنا بنایا آؤ تھا۔ میں نے اسے کیا آؤ بتانا تھا اب تمہیں نے اسے آئیڈے مزور دکھا یا ہے“

عمران نے نفسیانہ لہجے میں جواب دیا

”عمران صاحب ابھی ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ پر اسے قلعے میں موجود تمام تہر خانے باسکل تباہ ہو چکے ہیں۔ بیک زبرد عمران کو

بہیدہ دیکھ کر اصل معاملے پر اتر آیا۔

”اوہ۔۔۔ تم نے چیکنگ کے لئے کن کو بھیجا تھا۔

عمران نے چونک کر پوچھا۔

”صفر دیکھیں شکل اور چرٹان گئے تھے۔“

بیک زبرد نے جواب دیا۔

”جو تہر۔۔۔ بیک ہے۔ اچھا اب میں پتہ ہوں اور سنو

آئندہ تم کسی ڈاکٹر وغیرہ کو جانے کی تکلیف مت کرنا میں بالکل مطمئن
ہوں۔ تمہیں ٹوالیواہ دہم ہو گیا ہے۔ ”عمران نے قدرے سختی
میں کہا۔ اور پھر بورن کی طرف بڑھتا چلا گیا۔
بیک زبرد خاں اس پر کھڑا اسے جاتے دیکھ رہا تھا۔ اس کے ذہن
میں بڑے عجیب خیال آ رہے تھے۔

کمیٹی نے شکیل، صفدر اور چوہان، ہنویا کے فلیٹ میں موجود
تھے۔ ماش کی بازی جی ہوئی تھی۔
وہ تھوڑی دیر پہلے پر اسے قلعے کی تختیوں سے واپس لوٹے
تھے اور انہوں نے جو ہیا کو اپنی رپورٹ دی اور ہنویا نے انہی
کے سامنے ایجنڈا کو ان کی رپورٹ پہنچا دی تھی۔
پھر صفدر کی تجویز پر ماش کی بازی جرم گئی اور وہ چاروں کھیل میں
شہک ہو گئے۔

کیپٹن شکیل اور چوہا پارٹنر تھے اور دوسری طرف صفدر اور
چوہان تھے۔ اچانک کیپٹن شکیل بڑے زور سے چرسکا۔
اس نے ہنور، ادھر ادھر دیکھا اور پھر ناک سکڑی جیسے وہ کوئی
خاص چیز سوچنے لگا رہا ہو۔ اس کے اس طرح چوسنے پر دوسرے افراد
بھی چوکسا پڑے۔ پھر صفدر بولا۔

"مجھے کسی گیس کی جو آرہی ہے"

"ہاں — مجھے بھی یوں محسوس ہو رہا ہے۔ جسے کرسے ممالک سینتھیک گیس کی مولی سی مقدار داخل ہوگئی ہو۔"
کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

اور پھر سب نے پتے چنک دیئے۔ وہ قدرتی طور پر سنٹھیک گیس کا ذکر آتے ہی ان سب کے ذہنوں نے خطرات خطرہ چھینا شروع کر دیا تھا۔

کیپٹن شکیل اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھا۔ جیسے ہی وہ دروازے کے قریب پہنچا۔ اچانک گیس کا ایک جھبکا جو کی بول اندر داخل ہوا تھا اس کی ٹانگ سے ٹکرایا اور دوسرے لمحے اسے برا محسوس ہوا جیسے دماغ میں اندھیرا پھینکا جا رہا ہو۔ اس نے سلیب کی کانٹا کٹکٹش کی۔ لیکن گیس کا اثر شدید اور فوری تھا۔

دوسرے لمحے وہ لڑکھڑاتا ہوا فریض پر اڑتا ہوا گر صندرا اور چوڑا دوڑ کر اسے سنبھال نہ لیتے۔

صندرا اور چوڑا نے اسے سنبھال کر فریض پر لٹا دیا اور پھر ان کے دماغ بھی پکڑانے لگے۔

اب کی بولی سے مسلسل کرسے میں گیس کے جھبکے داخل ہونا تھے۔ مگر لگاتے ہوئے ذہن کے باوجود صندرا نے بڑھی پھرتی رہا اور نکالا اور پھر اس نے دروازے پر ناز کر دیا۔ گولی کی بولی بالکل قریب پہنچ اور دروازے میں سر راج کرتی ہوئی دوسری طرف چلی گئی۔

دروازے کے دوسری طرف ایک ہلکی سی چرخ بھی سٹائی وہی۔ مگر پھر اس کے دماغ پر تاریکی کی چادر پھینکی چلی گئی۔ یہی حال چوڑا کا ہوا۔

اور جو ایسا جو کیپٹن شکیل کی حالت دیکھ کر حیرت زدہ سی ہو کر کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ چند لمحوں کے حیرت کے بعد لڑکھڑاتی ہوئی اسی کرسی پر ڈھیر ہو گئی۔ چند لمحے اسی طرح گزر گئے۔

پھر کی بول میں کسی سے پابندی ڈال کر گھمانی اور دوسرے لمحے دروازہ آہستہ آہستہ کھلنے لگا۔ دروازے کی جھری سے ایک چوڑا نظر آیا اور پھر جب اس نے کرسے میں موجود افراد کو بے ہوش دیکھا تو دوسرے لمحے ایک جھبکے سے دروازہ پوری طرح کھول دیا گیا۔

نوادار تعداد میں جا رہے تھے اور چاروں غیر ملکی تھے۔ وہ سب دروازہ کھلنے کے بعد تین منٹ بعد خاموشی سے اندر داخل ہوئے اور پھر انہوں نے دروازہ بند کر دیا۔

کرسے سے گیس نکل بھی تھی

"لوگ کی کسن — جلدی کرو — ان سب کو ایمپیشن لگاؤ۔"

البرٹ تم اس نڈیٹ کی مکمل تلاشی کرو۔ ہری اب ایک عظیم شجر جسم کے مالک غیر ملکی سے جو شاید ان کا اچھا راج تھا نے دو غیر ملکیوں کو کھڑک دیا۔

پھر لہجی سن نے جب سے ایک چھوٹا سا ڈبہ نکالا اور اس میں سے ایک بڑی سرخ باہر نکالی۔ دوسری جب سے اس نے ایک

بوتل نکالی۔ بوتل میں سبز رنگ کا محلول تھا۔ لڑکی سن نے سرخ کے آگے
سوئی نکالی اور پھر سوئی بوتل کے منہ پر لٹکے ہوئے ربرٹ میں گھر پٹا پٹا
اب وہ معمول تیزی سے سرخ میں داخل ہونے لگا۔ چند لمحوں
بعد آدھی سرخ بھر چکی تھی۔ اور بوتل خالی تھی۔

اس نے سوئی بوتل سے باہر نکالی اور پھر اپنے اچھارج کے
قریب کھڑے ایک میٹر لمبی کوا نشان کیا۔

اس نے آگے بڑھ کر سب سے پہلے صفدر کا بازو ننگا کیا،
صفدر کے ایک ہاتھ میں ریل اور اسی ہاتھ میں دبا ہوا تھا۔

”یہیں شمس تھا جس نے سالم پر گولی چلاتی تھی۔ وہ بیچارہ نیچے گرا
بیٹھا تا تک کی ڈرائیگ کر رہا ہوگا۔“

”اسے مقدار سے زیادہ ڈوز نکاتا۔“ اچھارج نے لڑکی سن سے
کہا۔ اور لڑکی سن نے سوئی صفدر کے بازو میں داخل کر دی۔

جب ایک مخصوص مقدار میں دو صفدر کے بازو میں انجیکٹ
کی تو لڑکی سن نے سبز محلول چوکانے کے بازو میں بھی انجیکٹ کر یا۔

اب کیمپین شیل کا منہ تھا۔
اس کے جسم میں دو انجیکٹ ہونے کے بعد اب سرخ میں اب

چوتھائی محلول بچ گیا تھا۔
”اس لڑکی کو بھی انجیکشن لگاؤ۔“ اچھارج نے جو بیا کی طرف اشارہ

کیا۔
”باسس۔۔۔۔۔۔ یہ لڑکی تو غیر ملکی ہے۔ یہ بھلا ان لوگوں کو

ساتھی کیسے ہو سکتی ہے۔ ویسے گرل فرینڈ ہو گی۔“ لڑکی سن۔

ہوڑ جو بیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہر نہر۔۔۔۔۔۔ تمہاری بات تو ٹھیک ہے۔ مگر یہ تینوں اولڈ
فرٹ کی چیلنگ کے بعد سیدھے یہیں آئے ہیں اور اس کے بعد

سے یہ یہاں سے باہر نہیں نکلے۔ ظاہر ہے انہوں نے رپورٹ تو
اپنے کسی اچھارج کو پہنچانی ہو گی۔ جو کتا بے یہی غیر ملکی لڑکی ان کی

اچھارج ہو۔“
اچھارج نے کچھ ہر پتے ہوئے کہا۔

”میرے خیال میں اس لڑکی کو انجیکشن لگانے کی بجائے میڈ کو مار ڈالنے
کے بجایا جائے۔ اگر یہ ان لوگوں کی ساتھی ہے تو اس سے بڑی قیمتی

معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔ یہ غیر ملکی ہے اسے اس ملک سے اتنی
گہری جھڑوسی نہیں ہو گی۔ اس لیے یہ باآسانی ڈریپ ہو جائے گی۔“

لڑکی سن نے رائے پیش کی۔
”ٹھیک ہے اسے ساتھ لے چلو۔“

اچھارج نے اس کے خیال کی تائید کی اور پھر لڑکی سن کے ساتھی نے
آگے بڑھ کر جو بیا کو اٹھا کر کانسے پر ڈال لیا۔

راہرٹ کیا ہوا ہے
لڑکی سن اب راہرٹ کی طرف متوجہ ہوا جو ابھی ابھی تلاش سے

ارج ہو کر اس کے قریب آکھڑا ہوا تھا۔
”سر کوئی بھی کام کی چیز نہیں ملی۔ ایک الماری میں صرف ایک

ریور اور چند نا لٹروڈ میٹرو موجود ہیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی مشکوک
یز نہیں ہے۔ میں نے مکمل تلاشی لے لی ہے۔“ راہرٹ نے تفصیلی

سے رپورٹ پیش کی۔
 "اوسکے - چلو اب نکلو۔ اپنے تمام نشانات مٹا دو۔"
 انہار ج نے حکم دیا اور پھر کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا
 کے پیچھے دوسرے ہیروئیں بھی کمرے سے باہر نکل آئے۔ بیوہ
 جو لیا بدستور ان کے کانٹے پر سوار تھی۔

ہمارے شہتے اور مارٹن دونوں فوجی دروی پہننے ہوئے بڑے اطمینان
 سے فرسٹ چیکنگ پوسٹ پر پہنچے۔ وہ ایک مسرخ رنگت کی کار میں سوار
 تھے جو مقامی طور پر رجسٹرڈ تھی۔
 مارشل نے کپٹن کایز اور مارٹن نے مینٹیننٹ کایز لگایا ہوا تھا۔
 سٹیئرنگ اس وقت مارٹن کے ہاتھ میں تھا۔
 انہوں نے کار جیسے ہی فرسٹ چیکنگ پوسٹ کے باہر وہی ایک فوجی
 نے آگے بڑھ کر ان کو سیلوٹ کیا۔
 اور پھر وہ انکے مشن ہو گئی۔

مارٹن نے جیب سے ایک کاغذ نکالا اور سپاہی کی طرف بڑھا دیا۔
 سپاہی نے کاغذ مارشل کے ہاتھ سے لے لیا اور پھر وہ واپس پوسٹ کی
 طرف بڑھ گیا، اس نے کاغذ اندر میٹھے ہوئے آئینہ کو دے دیئے۔ آئینے نے
 نظر پر اندازا جاست کئے۔ اور پھر اس نے کاغذ کے ساتھ وہی دو بیج جن پر سرخ

رنگ سے کراس بنا ہوا تھا، سپاہی کو دوسے دینے۔
 ”سی۔ این۔ سی نے ریڈ کراسنگ دینے کے آرڈر دیتے ہیں
 حیرت ہے؟
 آفسر نے اپنے ساتھ بیٹھے اسٹنٹ سے کہا۔
 اور اسٹنٹ نے لاپرواہی سے کندھے جھٹک دیتے۔
 سپاہی نے بڑے موذبان انداز میں وہ کاغذ اہر ریڈ کراسنگ بیج مارشل
 کو دے دیتے اور سیلوٹ کیا۔
 مارشل نے سر کی جنبش سے سیلوٹ کا جواب دیا اور پھر اس نے سر
 ہوتے مارشل کو لگا کے بڑھانے کا اشارہ کیا۔
 کار تیسری سے آگے بڑھتی چلی گئی۔ اب ان کے لینے یہ آسانی
 ہو گئی ہے۔
 ریڈ کراسنگ کی وجہ سے انہیں کسی بھی چیک پوسٹ پر زیادہ دیر
 نہیں روکا گیا۔
 اس ریڈ کراسنگ بیج کا مطلب یہی ہے کہ وہ اعلیٰ حکام کی طرف
 سے کسی خاص مشن پر آئے ہیں، انہیں مت روکا جائے آخری چیک پوسٹ
 سے گزر کر جب وہ چھوٹائی میں داخل ہوتے تو انہوں نے اطمینان کا شعور
 سامنے لیا۔
 ”ہمارا مشن مکمل ہو گیا“
 مارشل نے مکرراتے ہوتے مارشل سے کہا۔
 ”ہاں سی۔ این۔ سی کے چھلے دستخط کام آگئے۔“
 مارشل نے بھی مکرراتے ہوتے جواب دیا۔

اب ان کی کار تیسری سے دائرہ کلینگ پلانٹ کی طرف دوڑ
 رہی تھی۔
 وہ بدستور باتوں میں مصروف تھے۔ ان سے کافی دور ایک موٹر سائیکل
 بھی ان کا تعاقب کر رہا تھا، وہ دونوں چونک کر قطعی طور پر مطمئن ہو چکے تھے اس
 لئے انہوں نے اپنے تعاقب وغیرہ پر زیادہ دھیان بھی نہیں دیا۔ دوسرا انہیں
 چھوٹائی کے اندر داخل ہونے کے بعد اپنے تعاقب کا تصور بھی نہیں آ
 سکتا تھا۔
 گر لٹری ایٹلی جنس نے پچھلے دنوں سے چھوٹائی میں نگرانی انتہائی سخت
 کر دی تھی، پھر فرسٹ چیک پوسٹ کے آفسر نے لٹری ایٹلی جنس کے انچارج
 کو خیر طور پر ان کے متعلق ریڈ کراسنگ دینے جانے کی اطلاع کر دی تھی
 ریڈ کراسنگ ایک انتہائی اہم اجازت نامہ تھا اس کا حامل چھوٹائی میں کسی
 بھی جگہ کسی بھی کمرے، پلانٹ میں باروگ ٹوک آ جا سکتا تھا اور یہ بیج
 کی دین، سی کے آرڈر پر ہی کبھی کبھار تھی طور پر کسی کو ایوارڈ ہوتا تھا جبکہ وہ
 شخص کسی اہم ترین مقصد کے لئے کام کر رہا ہو۔
 لٹری ایٹلی جنس انچارج نے اپنے کارکنوں کو ان دونوں کی نگرانی کا حکم
 دیا اور وہ خود سی۔ این۔ سی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش میں مصروف ہو گیا
 مگر ان کے آرڈر کی تصدیق ہو سکے۔
 لیکن سی این سی سے رابطہ قائم نہیں ہو رہا تھا کیونکہ وہ ایک اہم بیجنگ
 میں مصروف تھے۔
 سرخ رنگ کی کار ان دونوں کو لےتے ہوئے جلدی دائرہ کلینگ پلانٹ
 کے سامنے پہنچ گئی۔

یہ ایک عظیم الشان دائرہ کلیننگ پلانٹ تھا جس سے اس تمام وسیع و عظیم جھانڈی کو پینے کا پانی بہایا جاتا تھا۔ اور اس کی حفاظت کے لئے بھی سخت ترین انتظامات تھے۔

کار کے رکتے ہی وہ دونوں باہر نکلے اور چہرہ تیزی سے پلانٹ کے پینے گیٹ کی طرف بڑھے، گیٹ سے باہر ہی ایک چیک پوسٹ تھی جہاں تقریباً پانچ سپاہی سین گن لئے کھڑے کھڑے تھے۔ مارشل اور مارٹن کے سر پر بیٹھے ہی سپاہیوں نے سین گنیں سیدھی کر لیں، اور ساتھ ہی ان کی اڑیل بھی سج اٹھیں، چیک پوسٹ کے انچارج والوں نے بھی ان دونوں کو سیٹھ کیا۔

اور پھر بولن۔

”قریباتیے سر“

مارشل اور مارٹن نے ریڈ کرائسنگ بیج آگے کر دیئے، صوبیدار نے بغور ریڈ کرائسنگ بیج دیکھے اور بھیران پر کھمبے ہوئے نبرائی ڈائری میں نوٹ کرنے لگا۔

”قریباتیے جناب“

اس نے ریڈ بیج انہیں واپس ڈالتے ہوئے پوچھا۔

”ہم نے پلانٹ چیک کرنا ہے“

مارشل نے کھانا بچھڑا جو اب دیا۔

وہ دونوں مقامی آدمیوں کے میک اپ میں تھے۔ اس لئے انہوں نے انگریزی بھی سہی اچھی بولی تاکہ ان پر شک نہ کیا جاسکے۔

پلانٹ چیک کرنا ہے“

صوبیدار نے جیسٹہ جھری نظروں سے انہیں دیکھتے ہوئے پوچھا۔
”ایک دفعہ کہہ دیا، کیا تمہیں ڈھول پڑھ کر بتلایا جاسے، آگے سے پٹو

ایر جنسی“

مارٹن نے اس بار اسے جھڑکتے ہوئے کہا۔

”آپ پلانٹ چیک کرنے کی وجہ بتائیں، تب ہی آپ کو اجازت دی جاسے گی“

صوبیدار کا چہرہ فقہ سے سرخ ہو گیا تھا۔

مگر اس نے ڈھیلن کا خیال رکھتے ہوئے انتہائی مود باز ہیمہ میں جواب دیا۔

اور صوبیدار نے رجسٹر میں وجہ کے خانے میں ایر جنسی اور ٹائپ سیکرٹ لکھ کر انہیں جاننے کی اجازت دے دی اور وہ پھارہ ریڈ کرائسنگ بیج کے سامنے کرسی کیا سکتا تھا۔

بہر حال اس نے اپنا فرض انجام دے دیا اور مارٹن اور مارشل اجازت لئے ہی تیزی سے دائرہ کلیننگ پلانٹ کے مین گیٹ میں داخل ہو گئے۔

اندر تین جگہ انہیں ریڈ کرائسنگ بیج اور ایر جنسی کھانا پڑا، تب وہ پلانٹ ن اصل عمارت تک پہنچ سکے۔

پلانٹ کی اصل عمارت کے مین گیٹ میں داخل ہوتے ہی ایک آفسیسر نے ان کا استقبال کیا۔

جب وجہ پوچھنے پر اسے ایر جنسی ایڈیٹاپ میکرٹ بتلایا گیا تو اس نے لورڈ گائیڈ اپنی خدمات پیش کر دیں،

”نوسٹراٹ ازٹاپ سیکرٹ۔ اس لئے ہم آپ کو ساتھ نہیں رکھ

آفیسر نے نجات آمیز جیسے میں جواب دیا۔
 مارشل اور مارشل نے فارم کے نیچے دستخط کئے اور پھر فارم آفیسر
 کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔
 انہوں نے بڑے ہم دم دستخط کئے تھے تاکہ ان دستخطوں سے ان پر
 کوئی حرف نہ آئے۔

آفیسر خائف تھے واپس لوٹ گیا۔
 تقریباً پانچ منٹ خاموشی سے پورے ہو گئے۔
 دوبارہ آفیسر روم سے میں نظر آیا، اس بار کے ساتھ پانچ سپاہی لیگان
 اٹھائے ہوئے تھے۔

”خطرہ“ مارشل نے بڑبڑاتے ہوئے مارن سے کہا اور مارن بھی آفیسر
 کے ساتھ ان سپاہیوں کو دیکھ کر چمک گیا۔
 لیکن اب وہ کیا کر سکتے تھے۔

”آپ جہاز کے ساتھ بیٹھے آفیسر انچارج نے آپ کو آفس میں طلب
 کیا ہے؟“

آفیسر نے ان کے قہر سے بیٹھے ہوئے کہا۔
 ویسے اس کی آنکھوں میں پیدا ہونے والی پرہیزگار چمک سے مارشل
 اور مارن کچھ گئے کہ معاملہ گڑبگڑ ہو چکا ہے۔

مارشل سوچ رہا تھا کہ منہ کہاں آکر ٹوٹی۔
 جب کہ وہ اپنا مشن تقریباً مکمل کر چکے تھے، مارشل نے مارن کی طرف
 دیکھا اور پھر معمولی ہی آنکھ دبا کر اسے اشارہ کر دیا۔
 ”بیٹھے صاحب“

سکتے بہر حال آپ نہیں وائر سٹور مل دکھا دیں، تھینک یو“
 مارشل نے ٹھکانہ جیسے میں جواب دیا۔
 ”یس سر کم رووی“

آفیسر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔
 اور پھر وہ ان دونوں کو لے کر پلانٹ کے برآمدوں میں سے بھڑکا ہوا
 پلانٹ کے آبی ذخیرے کی طرف لے چلا۔

پلانٹ کے مختلف بڑے بڑے کمروں میں مشینیں چل رہی تھیں۔
 جلد ہی وہ ایک ایسے دروازے کے قریب پہنچ گئے جس کے باہر سٹارٹ
 دکھایا ہوا تھا دروازہ بند تھا۔

”اسے کھولنے ہم اندر جانا چاہتے ہیں“
 مارشل نے گائیڈنگ آفیسر سے کہا۔
 بہتر سر میں اسے کھولنے کے آرڈر لے آتا ہوں، آپ اس فارم
 دستخط کر دیجیئے“

آفیسر نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی خالی سے ایک فارم نکالنے
 ہوئے کہا۔

تو ہمیں آپ نے وہیں کیوں نہ کہہ دیا؟
 مارشل نے غصے میں کہا۔
 کیوں آپ جارا وقت برباد کرنا چاہتے ہیں؟

”سوری سر، جی اس کے متعلق میرا کوئی آرڈر معمول ہوسے؟“
 کرنیل آفس انچارج کے حکم کے کوئی شخص سٹور روم میں داخل نہیں ہوسکا
 اس نے مجھے خیال نہیں رہا، سوری، ویری سوری“

سے کھڑے ہو کر سٹور کا سامنا کیا جاسکے۔
 مارشل اندھا دھند پٹریاں چڑھتا جاگا، اب اُسے برادے میں
 بھی بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں آنے لگیں تھیں۔
 جلد ہی وہ بورڈ تک پہنچ گیا۔

مارشل نے آفیسر سے کہا۔
 اور پھر جیسے ہی آفیسر مارشل اور مارٹن نے انتہائی پشیمانی سے
 جیب سے ریو اور زکال کرا فیسر اور سپاہیوں پر گولیوں کی بارش کر
 دی۔ باقی سپاہیوں کو مار کر کرنے کی ہمت ہی نہ ملی کیونکہ حملہ انتہائی اچانک
 اور بھرپور کیا گیا تھا۔
 مگر ایک سپاہی کو موقع مل گیا۔ اس نے سٹین گن سپاہی کی اور پھر
 ٹرگر دیا۔ سٹین گن کا رخ مارٹن کی طرف ہی تھا۔
 مارٹن نے پھینکا جا رہا مگر سٹین گن سے نکلی ہوئی گولیوں کی بوچھاڑ نے
 اُسے تڑپنے کا بھی موقع نہ دیا۔
 اور جیسی لمحے مارشل نے اس سپاہی کو بھی گولی مار دی اور وہ صرف
 مارٹن کو نشانہ کر کے غور بھی نشانہ ہو گیا۔
 مارشل نے ایک کرسپا ہی کی سٹین گن اٹھائی اور دوسرے لمحے اس نے
 دروازے پر سٹین گن کی گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ ٹانگ کی آوازوں سے
 سارا پلانٹ گونج اٹھا، پانچسہ دوسرے لمحے پورے پلانٹ میں خطر سے
 کے اور مگر ختم ہو گئے۔
 سٹین گن کی گولیوں نے دروازے کے پرمچے اڑا دیئے اور مارشل ٹوٹ
 ہوئے دروازے کو دھکیلتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک بہت بڑا بال
 جس میں صاف شدہ پانی تھا ٹھیکیں مار رہا تھا۔
 دروازے کے قریب سے ہی ایک اونچی میز می چھت تک پہنچی
 گئی تھی۔
 اور چھت کے قریب ہی بڑے بڑے تختوں سے بنا ہوئی ٹھیکیں تھا تاکہ باہر

اور پھر جب اس نے ڈاکٹر کو کار سے اتر کر عمارت کے اندر داخل ہوتے دیکھا تو وہ بھی موٹر سائیکل سے اترتا اور پھر موٹر سائیکل سٹینڈ کر کے وہ بھی اس عمارت کی طرف بڑھا۔ جلد ہی وہ اس کے صدر دروازے میں داخل ہوا۔ یہ ایک کمرشل بلڈنگ تھی جس کی ہر منزل میں مختلف فرموں کے آفس تھے۔

اس لئے اب وہ الجھ کر رہ گیا کہ ڈاکٹر جانے کہاں گیا ہے۔ اس نے گیٹ کے قریب ہی کنگے جمنے بہت بڑے لوڈ پر نظر ڈالی جن پر قیام آفسز کے نام اور نمبر در نظر رکھے ہوتے تھے مگر اس کو کسی ڈاکٹر کا نام اس لسٹ میں نظر نہیں آیا۔

نچلی منزل میں ڈاکٹر کو کون کون سی نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے ٹائیگر کے سوچا کہ باہر موٹر سائیکل کے قریب کھڑا ہر کرسی وہ ڈاکٹر کو دوبارہ پاسکتا ہے۔ اس نے کہا جس انداز سے پارک کی تھی اس سے تو یہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ جلد ہی واپس آئے گا۔

چنانچہ ٹائیگر جمن گیٹ سے باہر آیا۔ اور پھر ساتھ ہی ایک چھوٹے سے بک سٹال پر ٹھہر گیا۔ اس نے دیئے ایک رسالہ اٹھا کر دیکھنا شروع کر دیا۔ تقریباً دس منٹ کے بعد ایک بار پھر اسے ڈاکٹر جمن گیٹ سے باہر نکلتا ہوا نظر آیا۔

اس نے رسالہ موڑ کر جیب میں ڈالا اور جیب سے پانچ کا نوٹ

ٹائیگر نفسیاتی معالج رشید خالد کے رانا باؤس سے نکلتے ہی اپنی موٹر سائیکل پر رانا باؤس پہنچ گیا تھا۔ جیسے ہی اس کی موٹر سائیکل رانا باؤس کے قریب پہنچی، ڈاکٹر کی کوہ بھی رانا باؤس کے گیٹ سے باہر نکلے۔ جوان نے چونکہ ڈاکٹر کا حلیہ اسے بتا دیا تھا اس لئے وہ اسے دیکھتے ہی پہچان گیا۔

اس نے موٹر سائیکل اس کی کار کے پیچھے ڈال دی۔ اور کافی فاصلہ دے کر اس کا تعاقب کرنے لگا۔ ڈاکٹر کی کار مختلف سڑکوں سے گزرتی ہوتی سرکلر روڈ پر پہنچی اور پھر سرکلر روڈ کی ایک عظیم الشان عمارت ”ممتاز منزل“ کے سامنے جا کر رگ گئی۔ ٹائیگر نے بھی اپنا موٹر سائیکل تھروڑے سے فاصلے پر روک کر

مکان کرستان والے کو پکڑا دیا۔

اور خود تیز قدم اٹھاتا ہوا اپنی موٹر سائیکل کی طرف بڑھا۔
ڈاکٹر اپنی کار میں بیٹھ چکا تھا اور پھر اس کی کارٹارٹ ہو کر آگے

بڑھ گئی۔

ٹھانیگرنے ایک بار پھر تعاقب شروع کر دیا۔

مختلف مکانوں سے ہوتا ہوا ڈاکٹر اباب روڈ کی ایک دکان کے سامنے
اگر رک گیا۔ ٹھانیگرنے ایک نظر دکان کے باہر گئے جوتے بوڑھے پر ڈالی۔
بوڑھے پر ڈاکٹر رشید خالد سائیکلو جسٹ کا نام ساف پڑھا جاتا
”جہنمہ تو یہ اسی ڈاکٹر کا مطلب ہے“

ٹھانیگرنے موٹر سائیکل آگے جا کر روکنے ہوئے کہا۔

جب تک وہ موٹر سائیکل سائید میں سینڈ کر کے واپس مڑنا

ڈاکٹر کار سے اتر کر اندر جا چکا تھا

ٹھانیگرنے تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اس کے پیچھے پیچھے دکان سے

داخل ہو گیا۔

ڈاکٹر کے آفس کے باہر چرائی سٹول ڈالے چرکنا بیٹھا تھا۔

ٹھانیگرنے سے دروازے کی طرف بڑھا۔

اسے دروازے کی طرف بڑھتا دیکھ کر چرائی اٹھ کر بھاگا ہوا۔

”فسہایتی“

اُس نے انتہائی مودبانہ لہجے میں سوال کیا:

ڈاکٹر صاحب سے منہ ہے۔

ٹھانیگرنے پر وقار لہجے میں جواب دیا۔

”مٹھرتے میں ڈاکٹر صاحب سے اجازت لے لوں“

چرائی واپس مڑا۔

مٹھرتا تیب گرنے اس کے کان میں پر ڈاکٹر رکھ کر اسے روک دیا۔

”اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ ڈاکٹر صاحب میسرے

دوست ہیں“

ٹھانیگرنے کا اور پھر وہ پردہ اٹھا کر اندر داخل ہو گیا۔

چرائی حیرت سے سر ہلاتا رہ گیا۔

ڈاکٹر اپنی مین کے پیچھے بیٹھا کسی ٹیلیفون کرنے میں مصروف تھا۔

اس نے یوں ٹھانیگرنے کو اچانک اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھا تو

اپنی بات منقطع کر کے فوراً ریسپونڈ کر ڈال دیا۔

اس کے چہرے پر ناگواری اور غصے کے تاثرات نمایاں تھے۔

”آپ بغیر اجازت اندر کیوں آئے؟“

آخر وہ اپنے آپ کو اس بات کے کہنے سے روک نہ سکا۔

”سوری ڈاکٹر دراصل میں آپ کے پاس حاضر ہی اس لئے ہوا تھا

کہ مجھے مرض ہے کہ میں ہر جگہ اجازت داخل ہو جاتا ہوں جس کے

لئے مجھے بعض اوقات مشرمندگی بھی اٹھانی پڑتی ہے“

ٹھانیگرنے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے اپنا مرض بھی بتا دیا۔

اور ڈاکٹر اپنے بغور دیکھتا رہ گیا۔ ظاہر ہے اب وہ اسے اس مسئلے

پر مزید کیا کہتا، جب مقابل ہو ہی اس مرض کا مریض تو پھر وہ کیا کر

سکتا ہے۔

”مزایاتی میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں“

ڈاکٹر نے بوکھلاہٹ میں عجیب سا فقرہ کہہ دیا۔
 ”ڈاکٹر صاحب میں نے بتلا یا تو ہے کہ میں آپ سے علاج کرانے آیا ہوں کہ مجھے بلا اجازت داخل ہونے کا مرض ہے۔“
 ”ٹائیکر ڈاکٹر کا بوکھلاہٹ سے محفوظ ہوتے ہوئے بولا۔
 ”اچھا آپ تفصیل سے اپنا مرض بتلائیے؟“
 ڈاکٹر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ٹائیکر سے کہا۔
 اس سے پہلے کہ ٹائیکر کوئی جواب دیتا۔ ٹیلیفون کی گھنٹی زور سے بج اٹھی۔ ڈاکٹر نے چونک کر سیور اٹھا لیا۔
 ”ییس ڈاکٹر سپینگ“
 ڈاکٹر نے کہا۔

دوسری طرف سے نہ جانے کیا کہا گیا کہ ڈاکٹر نے جواب میں کہا۔
 ”متموٹری ویرلج میں خود فون کر کے تمام رپورٹ دے دوں گا۔
 فن کال میسج پاس ایک مریض بھیجا ہے۔
 اور پھر ریسورر رکھ دیا۔

”اچھا ڈاکٹر صاحب میں چلوں مجھے ایک ضروری کام یاد آ گیا ہے
 آپ بھی شاید مصروف ہیں۔ میں پھر آؤں گا۔“
 ٹائیکر... اچانک وہن میں آنے والے ایک خیال کے تحت اٹھ کھڑا ہوا۔
 ”بہ بیٹھے تو سہی آپ کہاں چل جیتے۔“
 ڈاکٹر ٹائیکر کے اس طرح اچانک اٹھ کھڑے ہونے پر

بوکھلا گیا۔

”معاف کیجئے ڈاکٹر صاحب“
 اچانک چلے جانے کا بھی مجھ میں مرض ہے۔
 میں مجبور ہوں پھر کبھی حاضر ہوں گا۔
 ٹائیکر نے سیاٹ پیسے میں جواب دیا اور پھر کمرے سے باہر نکل گیا۔
 چراسی اس کے اتنی جلدی باہر آنے پر اسے جبرت جبری نظروں سے دیکھنے لگا۔
 لیکن ٹائیکر دروازے سے نکل کر آگے نہیں بڑھا۔
 لیکن وہیں دروازے کی بائیں سائیڈ میں قریب ہی رک گیا۔
 چراسی نے کچھ بولنا چاہا۔

متموٹری ٹیکر نے اپنے منہ پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا
 ٹائیکر کا انداز کچھ ایسا پر اسرار اور تھکا نہ تھا کہ چراسی کو کچھ بولنے کی جرأت ہی نہ ہوتی اور وہ خاموش ہو کر حیرت جبری نظروں سے ٹائیکر کو دیکھنے لگا۔
 ٹائیکر کو حسب توقع ٹیلیفون کے نمبر ڈائل کرنے کی آواز سنائی دی۔
 اور اس کا چہرہ لینے خیال کی تصدیق پر چمک اٹھا۔
 جلد ہی ڈاکٹر کی مدغم سی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

”ییس ہاس میں زلفی بول رہا ہوں۔“
 ”ہاس وہ دراصل اچانک ایک مریض آن ٹیکا تھا اس لئے میں نے ریسورر رکھ دیا تھا۔“
 ڈاکٹر کی آواز اسے مدغم ہونے کے باوجود صاف سنائی دے رہی تھی۔

اسی دوران چراسی جو شہر اپنے حواس مجتمع کر چکا تھا۔ اس نے اپنی

وفا داری کے پیش نظر دوبارہ کچھ لوگ چاہے۔

مگر دو سکر لے کر تیسگر کے ہاتھ میں رہا اور چکنے لگا۔
ظاہر ہے رہا اور کا راج چپراسی کی طرف ہی تھا اور ٹائیگر کی آنکھوں
میں دزدوں کی سی جھک تھی۔

رہا اور اور ٹائیگر کی آنکھوں کی چمک نے چپراسی پر خاطر خواہ اثر کیا اور
وہ بت کی طرح بیٹھا رہ گیا۔

ٹائیگر کو اطمینان ہو گیا کہ کم از کم اب چپراسی نہیں لوٹے گا۔
اب صرف اسے خطرہ اتنا تھا کہ دکان میں کوئی اور شخص
نہ آجائے۔

ڈاکٹر کے آواز پر ستور اس کے کانوں میں آرہی تھی۔ وہ
کہہ رہا تھا۔

”باس آپ کا اندازہ بالکل درست رہا۔ انہوں نے عمران کے چیلر اس
کے لئے مجھے ہی بٹایا۔“

”میں باس میں نے بڑی کامیابی سے ڈاکٹر خالد رشید کا کردار ادا کیا ہے
ان لوگوں کو بھجھ پر بالکل شک نہیں ہوا۔“

”بس باس میرے خیال میں عمران پر تجربہ بے حد کامیاب رہا ہے
وہ اب ایک حقیر کچھوے کی طرح بے ضرر ہو چکا ہے۔ ویسے ابھی انگلیز
لگائے زیادہ دیر نہیں گزری۔ جوں جوں وقت گزرتے گا وہ خستہ ہوتا
جائے گا۔“

”دوسرے آدمی کو میں نے پہچان نہیں ویسے اس کے متعلق معلومات
کرنے کے لئے میں ممتاز منزل میں سیکرٹ انفرمیشن ایجنسی کے پاس جا

ئی تھا۔ ان کی معلومات کے مطابق رانا تہور علی عند وقتی دارا حکومت کا
زبیں اعظم ہے اور قطعی طور پر تہما اور بے ضرر زندگی گزارنے والا شخص ہے
عمر ان کی اس کے ساتھ خاصی پرانی دوستی میں آرہی ہے۔“

”اس رانا قطعی طور پر وہ آدمی نہیں تھا جو عمران کو قتل سے نکال لایا
تھا۔ وہ آدمی بے حد پھرتلا تھا مگر رانا سمارٹ جسم کا مالک ہونے کے باوجود
سخت اور کاہل نظر آتا ہے اور دوسرا وہ ذہنی طور پر ہمیشہ بدحواس
اور الجھا ہوا محسوس ہوتا ہے۔“

”میں باس میں وقتاً فوقتاً عمران کے متعلق معلومات کرتا رہوں گا۔
آپ بے فکر رہیں ویسے آپ مجھ پر اعتماد کریں۔ عمران اب وہ نہیں رہا جو
پچھلے کس کے دوران تھا۔“

”ٹھیک ہے اگر مرکزی حکومت نے میری خدمات حاصل کیں تو
میں آپ کی تجاویز کے مطابق ان سے گفتگو کروں گا۔ ورنہ پھر آپ کی تجویز
کے مطابق انہوں نے جس سٹیج کو جسٹ کی خدمات حاصل کی ہیں اس کا
دب و دھار لوں گا۔“

”بہتر جناب شکریہ۔“
اور پھر رسیور رکھے جانے کی آواز سنائی دی۔

یہ گفتگو دقتوں و قفوں میں ہوتی رہی۔ اور ٹائیگر صرف ڈاکٹر کی
تجاویز چکا تھا۔

ویسے ڈاکٹر کی گفتگو سے وہ باس سے کہے ہوئے فقروں کا
دلہا اندازہ کر سکتا تھا۔

اس کا کام ختم ہو چکا تھا مگر اب ایک کام رہ گیا تھا۔

اور وہ تھا چڑاسی کا انتظام۔

ظاہر ہے ٹائیسگر کے جانے کے بعد چڑاسی ڈاکٹر کو اس بات سے آگاہ کر دیتا کہ ٹائیسگر ڈاکٹر کی گفتگو سنا رہا ہے تو تمام پلان ہی درجہ برہم ہونا چنانچہ گفتگو ختم ہوتے ہی ٹائیسگر نے چڑاسی کو اٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور یہ اشارہ چرچہ اس نے دیوالور کی نال سے کیا تھا۔ اس لئے چڑاسی کو مجبوراً اٹھنا پڑا۔

ٹائیسگر نے اسے باہر چلنے کا اشارہ کیا اور چڑاسی بے چوں و چراں باہر کی طرف مڑ گیا۔

کمرے سے دُور ہوتے ہی ٹائیسگر نے دیوالور چڑاسی کے بیٹنے پر رکھا اور چڑاسی کی خوف سے گھٹکی بندھ گئی۔

”سنو تو بے گناہ ہو اس لئے میں تمہاری جان نہیں لینا چاہتا ورنہ میری ایک انگلی کی حرکت تمہاری زبان ہمیشہ کے لئے بند کر سکتی۔ ٹائیسگر نے سانپ کی طرح چھینکا کرتے ہوئے سرگوشی کی۔

چڑاسی کے چہرے پر بہاوتیاں اڑنے لگیں، شدت خوف سے اس کی آنکھیں پھٹنے کے قریب پہنچ گئیں۔

”مم۔ مم۔ میں بے گناہ ہوں“

چڑاسی نے شدت خوف سے مہکلاتے ہوئے کہا۔ اس کی آواز پھنسی پھنسی سی تھی۔

ٹائیسگر سمجھ گیا کہ یہ ایک انتہائی بزدل اور بے ضرب رائے کا آدمی ہے۔

”ٹیک ہے اس وعدے پر میں تمہاری جان سونپی کرتا ہوں“

ایک تو رقم ڈاکٹر کو یہ نہیں بتلاؤ گے کہ میں نے اس کی گفتگو سنی ہے۔ اور دو سر ڈاکٹر جو بھی گفتگو کرے ٹیلیفون پر یا کسی آدمی سے وہ بچھے بتانا۔

اس کا تمہیں انعام ملے گا۔

اور تم نے اگر کوئی گڑبڑ کی تو کہیں بھی تمہیں گولی ماری جاسکتی ہے۔ ٹائیسگر کے بے میں درندوں کی سی غراہٹ اُبھرائی تھی۔

اور ساتھ ہی اس نے جیب سے چھوٹے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر چڑاسی کے ہاتھ دے دی۔

”یہ تمہارا پہلا انعام ہے اب میں چیتا ہوں کہیں ڈاکٹر باہر نہ آجاتے“

ٹائیسگر نے کہا۔

اور چھرتی سے مڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ٹھکانے سے باہر نکل گیا۔ چڑاسی کے لئے یہ سب کچھ قطعی خلاف توقع تھا اور پھر اتنی بڑی رقم کا نوہ زندگی بھر تصور نہیں کر سکتا تھا۔

اس نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے نوٹ کوٹ کی اندرونی جیب میں ڈالے۔

اور پھر ڈاکٹر آتے ہوئے قدموں سے دوبارہ لپٹے سٹول کی طرف بڑھا۔

وہ ابھی تک حواس باختہ تھا۔ شکر تھا کہ ڈاکٹر نے اس دوران اسے نہیں دیا تھا۔

سٹول پر بیٹھ کر اس نے اطمینان کی ایک طویل سانس لی۔

وہ بار بار حبیب کو ہاتھ لگا کر دیکھ رہا تھا۔ جیسے اسے یقین نہ
آ رہا ہو کہ یہ سب کچھ خواب تھا یا اہل حقیقت ہے۔

عمران نے رانا بادس سے منکل کر سیدھا اپنے نلیٹ پر گیا۔ اس نے کار
بچھڑا دی اور پھر سڑکیاں پر پڑھنے لگا۔ اس کی چال میں وہ تیزی گریس سے
منفوق تھی جو اس کا خاصا ستارہ۔ عجیب و غریب طریقے سے وہ سڑکیاں چڑھ
رہا تھا جیسے کوئی جہاز ہی اپنی زندگی بھر کی پوری جہت کی آخری بازی میں مار
کر وہاں لوٹ رہا ہو۔

نلیٹ کا دروازہ بند تھا۔ اس نے کا ہلانڈ انداز میں گھنٹی کے مرن کی
طرف ہاتھ بڑھایا اور پھر مرن آہستہ سے دبا کر ہاتھ نیچے کر لیا۔ حالانکہ اس
سے پہلے عمران ہمیشہ سلیمان کو تنگ کرنے کے لئے اس وقت تک مرن
سے ہاتھ نہیں اٹھاتا تھا جب تک کہ جھنجھلائے ہوئے سلیمان کی شکل
دروازے میں نظر نہیں آتی تھی۔ مگر اس دفعہ یہ حالت اس کی رانا بادس
سے نکلنے ہی ہو گئی تھی۔

چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور پھر سلیمان کی شکل نظر آئی اور عمران کی

شکل دیکھتے ہی سیلمان بھی حیران رہ گیا۔ کیونکہ وہ تو گھنٹی بجنے کے اندازے یہی سمجھتا تھا کہ کوئی نیا آدمی آئیے ہے۔

عمران خاموشی سے اندر چلا گیا اور جاتے ہی صوفے پر ڈھیر ہو گیا۔ اس کے چہرے پر گوشب معمول حماقت کی جھلکیاں موجود تھیں، مگر اس کے باوجود اس کے چہرے پر عجیب سی مُردنی چھائی ہوئی نظر آتی تھی جیسے وہ دنیا سے یکگنت بیزار ہو گیا ہو۔

”کیا بات ہے صاحب! نصیب دشمنان طبیعت تو غراب نہیں“

سیلمان نے رُسے ہمدردانہ لہجے میں پوچھا۔
 ”سیلمان! — تو نے مجھے کوئی بھئی سمجھ رکھا ہے کہ مجھے دشمنوں کے نصیب کا پتہ چل جاتے۔ ویسے تو آئن تبار ہے میں کہ دشمنوں کا نصیب اچھا ہے۔ البتہ میری طبیعت واقعی غراب ہے۔“

عمران نے لہجے ہوتے لہجے میں جواب دیا۔
 ”صاحب کسی ڈاکٹر کو بلاؤں“۔ سیلمان کو عمران کے جواب ہی سے اندازہ ہو گیا کہ عمران کو واقعی کوئی تکلیف ہے۔ اس لئے اس نے ڈاکٹر کو بلانے کا مشورہ بڑی سنجیدگی سے دیا تھا۔

”ابھی ابھی ایک ڈاکٹر سے جان چوڑا کر آ رہا ہوں۔ اس کا خیال تو یہ ہے کہ میں بائبل ہوں“۔ عمران نے لہجے ہوتے لہجے میں جواب دیا۔
 ”بائبل ہوں آپ کے دہن“۔ سیلمان نے بڑی ہمزہ میوں کی طرح تشنگ کر جواب دیا۔

”جا یا رہا اپنا کام کہ۔ کیوں بل رہا رہ دشمنوں کا نام لے لیکر مجھے نوسفردہ کر رہے ہو۔“ عمران نے بڑی ہمزہ میوں سے جواب دیا۔ اور سیلمان

کان دہانے خاموشی سے کچن کی طرف بڑھ گیا۔ ویسے اس کے چہرے پر حیرت اور تعجب کے آثار نمایاں تھے۔

عمران کافی دیر تک خاموشی سے صوفے پر بیٹھا رہا۔ پھر نجانے اسے کیا خیال آیا کہ وہ اٹھا اور باہر چلے گئے۔ دروازے کی طرف بڑھا۔ مگر ابھی وہ دروازے کے قریب ہی پہنچا تھا کہ ایک ٹیلیفون کی گھنٹی زور زور سے بج اٹھی۔ وہ یکدم واپس مراد اس نے ریسیور اٹھایا۔

”ہیں۔ میں عمران ہوں رہا ہوں“۔ اس نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

”عمران صاحب! — میں ظاہر ہوں رہا ہوں۔ ابھی ابھی مجھے کیپٹن شکیل نے اطلاع دی کہ وہ صفدر اور جوہان، جو بیا کے فلیٹ میں موجود تھے کہ کسی پراسرار گیس کی وجہ سے سہوش ہو گئے۔ بعد میں جب انہیں کوشش کیا تو جو بیا فلیٹ سے غائب تھی۔ اور پوسٹ فلیٹ کا سامان الٹ پلٹ ہوا پڑا تھا جیسے کسی نے بڑی تفصیلی تلاشی کی ہو۔“

دوسری طرف سے جیک زیرو نے پرورد دی۔
 ”عجیب بات ہے ظاہر۔ آج کل ہمارے پاس کوئی گیس بھی نہیں۔ چہرہ تلاشی لینے اور جرنیا کو اغوا کرنے کا مطلب پھر میں نہیں آیا۔“

عمران نے جواب دیا۔
 ”عمران صاحب! — آپ بھول رہے ہیں۔ ہم معلوم محرم اپنا کام شروع کر چکے ہیں۔ آپ کو یاد نہیں کہ پہلے آپ کو اغوا کرنے پر لے نکلنے کے باجائے اور پھر تاحہ تباہ کر دیا گیا۔“ جیک زیرو نے اسے یاد دلاتے ہوئے کہا۔

اودہاں! — وہ تو میں بھول ہی گیا تھا۔ لیکن اس سے جو یا کے اخوا کا سسکہ تو عمل نہیں ہوا۔ — عمران نے کہا۔

عمران صاحب! — آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ جب سے آپ قلعے سے واپس آئے ہیں۔ آپ میں غیر معمولی تبدیلی ہو گئی ہے؟ — بلیک زیرو نے جھنجھکا کر جواب دیا۔

میں جھنجھکا ہوا ہوں۔ بس ذرا طبیعت گری گری سی رہتی ہے۔ بہر حال تم تحقیقات کرنا اور پھر مجھے رپورٹ بتانا کہ کیا نتیجہ نکلا ہے۔ — عمران نے بیزاری سے کہا اور زیرو سو رکھ دیا۔ اس کا انداز بتلا رہا تھا جیسے بلیک زیرو نے اسے بتلا کر غلامخوارہ وقت منساتے کیا ہو۔

زیرو سو رکھ کر عمران واپس مڑا ہی تھا کہ گھنٹی ایک بار پھر زور زور سے بجنے لگی۔

”کیا مصیبت ہے۔“ ٹیلیفون نہ ہوا مصیبت ہو گئی۔ عمران نے بیزاری سے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور پھر دوبارہ زیرو اٹھا کر کان سے لگا دیا۔

”کون بول رہا ہے؟“ اس نے بنیدگی سے پوچھا۔

”میں سلطان بول رہا ہوں۔“ عمران فوراً میرے پاس پہنچو۔

ایک اہستہ آواز کی آواز ہے۔ — دوسری طرف سے سلطان کی آواز اس کے کانوں میں پہنچی۔

”اچھا میں آ رہا ہوں۔“ عمران نے جواب دیا اور پھر زیرو رکھ دیا۔

زیرو سو رکھ کر عمران دوبارہ دروازے کی طرف بڑھا اور چند لمحوں بعد اس

کی کار دوسیا فی رقمار سے سڑک پر دوڑتی ہوئی سلطان کی کوٹھی کی طرف بڑھنے لگی۔

عمران کو نہانے کیوں آج یہ احساس ہو رہا تھا جیسے اس نے ذرا بھی رفتار بڑھائی تو ایک سیکنڈ بوجھنے کا اور وہ مر جائے گا۔ لے آج موت سے بے پناہ خوف محسوس ہو رہا تھا۔

یہ ایک شیعہ حقیقت تھی کہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مکر لے والا عمران اب ایک اہستہ آواز کی طرح موت سے خوفزدہ تھا اور جمل جمل وقت گزرتا چلا جا رہا تھا اس کا خوف بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ لیکن وہ بھی ذرا ہی سلطان کی کوٹھی میں داخل ہو گیا۔ اس نے کار پورج میں روکی اور پھر اتر کر ڈھیلے قدموں سے ڈرائیونگ رووم کی طرف بڑھا۔

برآمدے میں موجود ملازم نے اسے دیکھتے ہی بڑے موڈ بانڈ انداز میں سلام کیا۔ اور ساتھ ہی دروازے پر پڑا ہوا پردہ اٹھا دیا اور عمران اس سے پھیر چھاڑ کے بغیر خاموشی سے کمرے کے اندر داخل ہو گیا۔

سلطان ایک صوفے پر بیٹھے آنکھیں بند کئے کسی گھبری سوچ میں غرق تھے۔ عمران کے اندر آئے کی آہٹ سن کر وہ چونک کر شہ نود پھر عمران کو دیکھتے ہی حسب معمول ان کے پیروں پر دست کی ایک ہر دوڑ گئی۔

”آؤ بیٹو بیٹے۔“ انہوں نے صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

اور عمران خاموشی سے صوفے پر بیٹھ گیا۔

سلطان چند لمبے لمبے انور عمران کی طرف دیکھتے رہے پھر ان کے

بہرے پراچھن اور تہذیب کے آثار نمایاں ہو گئے۔

وہ عمران کو ایک بالکل نئے روپ میں دکھ رہے تھے۔ جھغل اور ذہین عمران اس وقت بالکل دل شکستہ اور دنیا سے بیزار آدمی کے رُپ میں ان کے سامنے موجود تھا۔

کیا بات ہے عمران بیٹے! طبیعت تو ٹھیک ہے۔؟

سر سلطان نے گہری فکر مندی سے پوچھا۔
"جی ہاں! خدا کا لاکھ لاکھ بکرہ ڈکڑو ڈکڑو بکرہ ڈکڑو بکرہ ڈکڑو ہے طبیعت بالکل ٹھیک ہے۔ البتہ مجھے کچھ یوں محسوس ہو رہا ہے۔

جیسے میرا نورس بریک ڈاؤن ہو گیا ہو" عمران کی سادہ فطرت نے کچھ جھجک دکھائی۔ لیکن یہ جھجک بس اتنی ہی تھی جیسے گہرے اندھیرے میں جگنو کی جھجک۔

کسی ڈکڑو دکھلایا ہوا۔ سر سلطان نے نورس بریک ڈاؤن کا سس کر کہا۔

"چھوڑیں سلطان صاحب!۔۔۔ جو طے سے ہی کہتا ہے ڈاکڑو دکھاؤ ڈاکڑو دکھاؤ۔۔۔ بلیک نیرورے تو ڈاکڑو دکھا بھی دیا۔ مگر ڈاکڑو اس نتیجے پر پہنچا کہ میرا داغ غراب ہو گیا ہے۔" عمران کی زبان چل پڑی۔

بیٹے! یہ تو تمہارے نامہ کے ہی بات ہے۔ کوئی بڑا مشورہ تو نہیں۔ تم اپنی اجیرت اور قدر نہیں جانتے۔ یہ تو تم جانتے

ہیں کہ تمہاری زندگی کا ایک ایک ٹکڑو تم اور ملک کے نئے صدیوں کا سراپہ حیات ہے۔ سر سلطان نے کہا کیوں بند باقی ہو گئے۔

"چھوڑیے!۔۔۔ آپ کن پکڑوں میں پڑ گئے۔ مجھ بھیا ڈھیٹ یوں آسانی سے نہیں مرا کرتا۔۔۔ بہر حال آپ بتا دیتے وہ ضروری کام

کسے۔" عمران ہمیشہ کی طرح اس بار بھی جذباتی باتوں سے بے ناز ہو گیا تھا۔

ہاں! تمہاری پریشانی میں اس کا تو میں ذکر کرنا معمول ہی لگا۔ ایک عجیب و انوکھا سلسلہ اس وقت حکام کے پیش نظر ہے اور

کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اس مسئلے پر کیا کیا جلتے۔ سر سلطان نے تمہید باندھی۔

وہ مسئلہ کیا ہے جس کے مسئلے میں آپ اتنے پریشان ہیں۔؟

عمران نے ان کی تمہید کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔
"ہماری فوج کے سپاہی اور آفیسرز زلزلے ہو گئے ہیں۔ اور ان کا موٹا لگ گیا ہے۔ سر سلطان نے ایک فقرے میں ہی تمام

مسئلہ پیش کر دیا۔
"جی" عمران نے لفظ جی کو طویل کرتے ہوئے کہا۔ اس کے

بہرے پر تعجب اور حیرت کے آثار اس شدت سے پھیلے تھے کہ سر سلطان بھی چونک پڑے۔

عمران لوں سر سلطان کو دیکھ رہا تھا جیسے سر سلطان کے سسر پر اچانک سینک آگ آئے ہوں۔

سر سلطان، عمران کے اس مدینے پر فعل سے ہو گئے مگر انہوں نے فوراً ہی وضاحت کی۔

"عمران بیٹے! تمہاری حیرت بالکل بجا ہے۔ جب میں نے

گر پہلی جنگ میں ہماری فوجوں نے اپنے بے پناہ جذبے، بہادری اور اونٹنے موڑال کی وجہ سے اس کے دانت کھٹے کر دیئے تھے، راور اسے ایسی حیرت ناک شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا جو اس کے کیا جگہ دنیا کے کسی بھی ملک کے تصور میں بھی نہیں تھا۔ یہ سب کچھ اس لئے بجا کہ خدا تعالیٰ کی رحمت سے جہاں ہر سپاہی اپنی جگہ پر ایک ٹھوس چٹان ثابت ہوا اور ہماری فوج نے بہادری اور اولوالعزمی کی وہ تابندہ مثالیں پیش کیں کہ تمام دنیا کے لوگ عیش و عشرت سے اب اگر ہماری فوج میں وہ جذبہ بہادری ختم ہو جاتے۔ یاد سے لفظوں میں ہماری فوج بزدل ہو جاتے تو جہاں دشمن نہیں کچھا چھا جاتے گا۔ اس نظر سے پرہیز ہو جو۔ تو تم اس کیس کے جیسا کہ تاریخ سے بخوبی آگاہ ہو جاؤ گے۔ سلطان سے مسئلے کی اہمیت کے بارے میں پوری تقریر کر ڈالی۔

”جناب! آپ کو تو دلیل یا مقرر ہونا چاہیے تھا۔ ایمان سے آپ پہاڑ کو مٹی اپنی جگہ سے ملا تو نہیں۔ البتہ دوسری جگہ پہنچتا ضرور کھٹے ہیں۔“ سلطان نے خوشدلی سے جواب دیا۔

”یہ تقریر میں تم نے اس لئے کی ہے تاکہ تم اس مسئلے کی اہمیت بخوبی سمجھو۔ کیونکہ اب تمام امیدیں تم پر لگی ہوئی ہیں۔ ملاری ایشیائی نہیں بھی اس کیس کو حل کرنے میں ناکام ہو چکی ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حکام کی بینگاہ میں یہ خط لیا ہے کہ یہ عجیب و غریب اور اپنی نوعیت کا لڑاکا کیس ایکٹو کے سپرد کیا جائے؟“ سلطان نے کہا۔

”لیکن یہ عرض صرف چھانوئی میں موجود سپاہیوں اور آئینہ زین

پہلی بار یہ بات سنی تھی تو مجھے بھی بتلانے والے کی دماغی صحت پر شک ہو گیا تھا۔ حالانکہ بتلانے والے خود وزیر دفاع تھے۔ مگر جب میں نے فائل کا بغور مطالعہ کیا اور آج جو رپورٹ آتی ہے اس سے میں نے بھی یہی نتیجہ نکالا ہے کہ معاملہ گرو انتہائی حیرت انگیز ہے۔ مگر یہ سب ہے۔ اور اگر اس پر غصہ سے دماغ سے سوچ، ہمارا کی جاتے؟ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کے بارے میں ایک ناسمجھ نکل گئے ہیں۔“ سلطان نے پوری تفصیل سے وضاحت کی۔

ان کی اس وضاحت پر عمران کے چہرے پر غم کے آثار دم دم پانگے لیکن ابھی تک وہ عجیب نظروں سے سلطان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ”میرا خیال ہے کہ مجھ سے زیادہ آپ کو ڈاکٹری ضرورت ہے۔“ ان عمران سے طرہ کیا گیا۔ اس کے فقرہ کس ہی دیا۔

”تم یہ فائل پلٹے دیکھ لو۔“ پہلی بات کرنا۔“ سلطان نے اٹھ کر کوسے میں پڑی میز کی وراز سے ایک فائل نکال کر عمران کے حوالے کرنے پر سکے کہا۔

عمران نے خاموشی سے فائل کھولی اور پھر اس کا مطالعہ کرنے لگا۔ کافی دیر تک وہ فائل کا مطالعہ کرتا رہا اور پھر اس نے ایک طویل سا نثر لے کر فائل بند کر دی۔

”ہونہر!۔“ معاصر واقعی پراسرار ہے؟“ عمران پڑھایا۔

”شکر ہے کہ تم مسئلے کی اہمیت کو سمجھ گئے۔“ دیکھو بیٹے! ہمارا دشمن ہر ایک لڑائی جہاں جیسا ہی ملک ہر وقت ہماری آگ میں جیسا ہے۔ اسلئے اور فوج کے لحاظ سے ہم سے پانچ گنا زیادہ طاقتور ہے۔“

یہ تو حیک ہے۔ مگر کیا ایک آدمی دوسرے کو بزول بنا سکتا ہے۔ ؟ اسے مار سکتا ہے۔ بیاد تو کر سکتا ہے۔ کوئی دبا چلا سکتا ہے مگر۔ ؟ سلطان انجھ سے گئے۔

تب کچھ ہو سکتا ہے جنب!۔ یہ زمانہ اہم کا ہے۔ ہر روز تھا سے نئی ایجاد ہو رہی ہے۔ ہر حال یہ ایک امکان ہے۔ یہ غلط بھی ہو سکتا ہے۔۔۔ عمران نے اپنی بات پر زور دینا مناسب نہ سمجھا۔ ”جو بھی ہو۔۔۔ ہر حال یہ مسئلہ ناصحانہ مشورہ ناک ہے۔ اس کا کوئی جلد از جلد حل نکھنا چاہیے۔“ سلطان نے یہی بات اٹلنے دینا ہی غایت سمجھی۔

حیک ہے۔ میں آج ہی سے اس مسئلہ پر تحقیقات شروع کر دیتا ہوں؟۔۔۔ عمران نے فائل لی اور اٹھ کھڑا ہوا۔ تم اپنے آپ کو ضرور کسی ٹاکر کو دکھلاؤ۔۔۔ ورنہ ہو سکتا ہے کہ طبیعت زیادہ غریب ہو جائے۔ سلطان نے اٹھتے ہوئے اُسے عصیت کی۔

بہتر بناب۔۔۔ عمران نے بنجدگی سے کہا اور پھر سلطان کو سلام رکے کر سے باہر چلا آیا۔

چند عموں بعد اس کی کار دوبارہ سروک پر دوڑ رہی تھی۔ زمانہ مضامی زخمی چلتے چلتے اُسے جو یا کا خیال آیا کہ بیگ زبرد نے اسے جو یا نغا نوا کے متعلق بتلایا تھا۔ سناٹے اس وقت اس کی ذہنی زو کہاں ٹک گئی تھی کہ اُسے اس کی اہمیت کا احساس بھی نہیں ہوا۔ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کار کا نرخ مقرر کے فیلٹ کی طرف

کیوں پیدا ہو گیا ہے۔ اور باقی سرحدوں پر پڑھی ہوئی فوج اس سے کیوں بچی ہوئی ہے؟۔۔۔ عمران نے سوال کیا۔

”یہی تو سمجھ میں نہیں آ رہا۔ اگر یہ باقاعدہ سازشیں ہوتی تو ظاہر ہے کہ تمام فوج اس کی لپیٹ میں آتی۔ صرف دارالکومت کا چھاؤنی اس کا نشانہ کیوں بنی۔“ سلطان نے جواب دیا۔

”اس کا مطلب ہے کہ فی الحال جرم صرف چھاؤنی کو ہی اپنا نشانہ بناتے ہوئے ہیں۔“ عمران نے کہا۔

پھر اس سے پہلے کہ سلطان کوئی جواب دیتے، ملازم ٹرائی دکھلانا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ اس نے ٹرائی سلطان کے قریب آ کر روکی اور پھر ٹرائی پر رکھے ہوئے باگ سے اس نے دو گلاس لیمن سکواش کے تیار کر کے عمران اور سلطان کے سامنے رکھ دیتے۔

عمران نے خاموشی سے گلاس اٹھا کر ایک ہی سانس میں خالی کر دیا اور ملازم نے دوسرا گلاس جبر دیا اور پھر عمران نے وہ گلاس بھی چوسکیاں لے لے کر خالی کر دیا۔ سکواش بے حد مزہ دار معلوم ہو رہی تھی اور اس کے پیتے ہی اس کی طبیعت میں فرحت کی ایک لہر دوڑ گئی۔

”مجھ! تمہارا مجرموں سے کیا مطلب۔؟ کیا تم مجھے ہو کہ یہ کسی انسان کی سازشیں ہے؟۔۔۔ سلطان نے سکواش پی کر دوبارہ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

”اور آپ کا کیا خیال ہے۔ کیا چھاؤنی پر بزول کی بارشیں ہوتی رہتی ہے؟“ عمران نے طنز یہ لہجے میں کہا۔ اسے ایسا عسوس ہو رہا تھا کہ جیسے اس کے ذہن میں برقی رد و درٹے لگی ہو۔

کر دیا۔ جلد ہی وہ صفدر کے غلیٹ پر پہنچ گیا۔

اس نے کارنیجے روکی اور پھر مڑیہاں چڑھتا ہوا اوپر بڑا بڑا
صفدر غلیٹ میں موجود تھا۔

لیکن عمران اُسے دیکھ کر حیران رہ گیا کہ صفدر کی شیو بڑم
جو کئی مہلی اور سوٹھے برقدار سے نیم دراز تھا۔

عمران کو دیکھ کر صفدر بے حد کاہلی سے اٹھا اور اس نے عمران
سے ہاتھ ملانے میں بھی بے حد سستی کا مظاہرہ کیا۔

”کیا حال ہے عمران صاحب؟“ اس کی آواز میں شکستہ
سی نمایاں تھی۔

”ٹھیک ہے۔“ عمران نے پاٹ لہجے میں جواب دیا۔
صفدر دوبارہ صوفے پر بیٹھ گیا۔

”کیا بات ہے۔“ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟“ عمر
نے پوچھا۔

”ہاں ٹھیک ہی ہے۔“ صفدر نے جواب دیا۔
”موتیہ۔“ عمران نے ہنکارہ بھرا اور پھر دونوں خاموش ہو گئے۔

میرے ساتھ آؤ؟“ عمران نے کچھ دیر بعد صفدر سے کہا۔
”کہاں چلنا ہے؟“ صفدر نے پوچھا۔

”جہنم میں؟“ عمران نے جواب دیا۔
”صاف دیکھتے ہیں یہاں مڑے میں ہوں۔“ آپ خود چھوڑو؟“

چلے جائیے۔“ صفدر نے صاف سا جواب دیا۔
”چلو اٹھو۔“ عمران نے اس بار لہجے میں زور دیتے ہوئے

”جہنم عمران صاحب!۔“ آپ جاتیے۔“ میرا کہہ میں جانے کا
رہ نہیں ہے۔“ صفدر اب بھی جہنم سے گریز کر رہا تھا۔ حالانکہ
پلے بھی ایسا نہیں ہوا تھا۔

صفدر پوری ٹیم میں سب سے زیادہ باق و چومند تھا۔ لیکن اب وہ
دل اور حسرت آدھی عمر میں ہو رہا تھا۔ جسے ذرا سا پلٹنا پھرنا بھی گوارا
نہیں۔

مگر یہ ایک شو کی ہایت ہے۔“ عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔
”ایک شو کی۔“ صفدر کچھ لمحے سوچتا رہا، جیسے وہ فیصلہ نہ کر پا رہا ہو۔

ایک شو کی ہایت پر عمل کرے یا نہیں۔
”اچھا چلیں۔“ آخر اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”نہ پڑے تبدیل کرو۔“ عمران نے اُسے کہا اور پھر صفدر حسرت
مٹاتا ہوا ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

خوشخبری دیر بعد وہ پڑے تبدیل کر کے واپس آیا۔ مگر اس شیو نہیں
ڈی تھی۔ ویسے ہی چلنا کیا تھا۔

عمران بھی اسیٹ کھنڈا ہوا اور چہرہ دروازے کی طرف بڑھے مگر مالک
دادنی نظر دلویار پر موجود ایک چھپکلی پر پڑی اور اس کے چہرے کا رنگ
پڑ گیا۔

”تم۔“ عمران صاحب!۔“ چھپکلی کہیں کاٹ نہ لے۔“ صفدر
خوشخبری سے لہجے میں کہا۔

”چھپکلی سے ڈر رہے ہو۔“ بزدل کہیں کے؟“ عمران نے
بہرا اور اسی لمحے اس کے ذہن میں ایک چھٹا کا سا ہوا۔ اس کے ذہن

میں سرسلطان کی باتیں آگئیں اور ساتھ ہی کار ڈرائیور کرتے ہوئے صورت کا خوف جو اسے محسوس ہوا تھا وہ بھی اس کے ذہن میں آیا۔ اور لہجہ کی حالت بھی اس کے سامنے تھی۔

صنعد بنو انتہانی بہادر اور دلیر ایجنٹ تھا اس وقت ایک تجربہ کار سے خوف کھا رہا تھا۔

”صنعد! کیا تم نے ریوالو سے لیا ہے؟“ — عمران نے سوچتے ہوئے کہا۔

ریوالو ”صنعد مزید خوفزدہ ہو گیا۔

”عمران صاحب! اس کا نام نہیں۔ مجھے خوف آتا ہے۔“ کہیں اتفاقاً پیل گیا تو میں مرچاؤں گا۔“ صنعد کی مکمل طور پر کھلا چکی تھی۔

”اچھا میرے ساتھ آؤ۔“ عمران نے کہا اور پھر وہ دونوں بڑا اثر کر کار میں آ بیٹھے۔

عمران نے کار ڈرائیور کرنا شروع کر دی۔ اس کا رخ اپنے ذرا طرف تھا۔ اس نے صنعد کی بڑی محسوس کرتے ہوئے اپنا پہلا پلان دیا تھا۔ جلد ہی وہ اپنے غلیظہ پر پہنچ گیا۔

صنعد کو صوفیے پر بیٹھنے کا اشارہ کر کے وہ ٹیلیفون کی طرف ہر اس نے غبر ڈال کے۔ جلد ہی سلسلہ مل گیا۔

”ہیلو۔ کون ہے؟“ دوسری طرف سے عزت کی آواز آئی۔

”عمران بول رہا ہوں۔“ عمران نے جواب دیا۔

”ہیں ہاں۔“ عمران کی آواز سن کر عزت کی چکار سائی دی۔

”تم تیار ہو جاؤ۔“ کافی دنوں کے بعد تمہیں ورزش کا موقع ملے گا۔ میں ابھی آ رہا ہوں۔“ عمران نے کہا اور مسخورد رکھ دیا۔ صنعد اس کی گتنگ سے لائق مہر جھکاتے بیٹھا تھا۔

”ابھر آؤ صنعد! تمہارے پھرے پر میک آپ کر دوں۔“ عمران نے اسے ڈرائیونگ روم کی طرف چلنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ صنعد خاموشی سے اٹھ کر عمران کے پیچھے چل دیا۔

ڈرائیونگ روم میں آ پہنچ کر عمران نے صنعد کا میک آپ کرنا شروع کر دیا اور مقوڑھی دیر بعد صنعد ایک خطرناک غنڈے کے روپ میں تبدیل ہو چکا تھا۔

”اب آؤ میرے ساتھ۔“ عمران نے اس کے میک آپ سے مطمئن ہوتے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ دونوں فلیٹ سے نیچے آئے اور دوبارہ کار میں بیٹھ گئے۔ عمران سٹیئرنگ پر بیٹھا تھا۔

آپ کہاں جا رہے ہیں عمران صاحب؟“ صنعد نے پہلی بار سوال کیا۔

”ایک نہایت ضروری تجربہ کرنا ہے۔“ عمران نے جواب دیا۔

”کیسا تجربہ؟“ صنعد نے چونک کر پوچھا۔

”تم ابھی نہیں سمجھو گے۔ بعد میں تمہیں ہر چیز کی تفصیل بتلاؤں گا۔“ عمران نے سر ہلچے میں کہا اور صنعد خاموش ہو گیا۔

جلدی عمران کی کاروائش منزل کے گیٹ پر پہنچ کر رک گئی۔ عمران نے نیچے اتر کر کال ہیل کا ہن جابوایا اور چند ہی لمحوں بعد پھاٹک کھل گیا۔

۔ نہ جوزف کھڑا تھا۔ اور وہ چاہے کچھ سچی کہتا رہے۔۔۔ جب تک میں اشارہ نہ کروں راجہ نہیں

روکنا۔ ہاں!۔ ایک بات کا خیال رہے کہ یہ لڑائی عورتانی اور خاں خور پر بانگ کا ماہر ہے۔ یہ نہ ہو کہ وہ اسی تمہاری پٹائی کر دے۔۔۔
 عمران نے اسے جھگھٹتے ہوئے کہا۔

۔ ہاں!۔ آپ جوزف دی گریٹ کی تو نہیں کر رہے ہیں۔ آپ حکم کریں تو میں نکلے لہا، لہا کر اس کی ہڈیاں توڑ دوں؟۔۔۔ جوزف نے غصیلے بچنے میں کہا۔

۔ میں بس۔۔۔ زیادہ جوش میں آنے کی ضرورت نہیں۔ اور ہاں سنو! جب تک میں نہ بلاؤں تم یہیں مضبوط رہو۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر واپس خصوصاً کر کے کی طرف بڑھ گیا۔

صفدر صوفیہ پر خاموش بیٹھا تھا۔ اس کے انداز شہرت سے ایسا محسوس سورا تھا کہ جیسے وہ ہر چیز سے قطعی لاتعلقی ہو اور اس کی حیثیت ایک اجنبی سے زیادہ نہ ہو۔

صفدر!۔۔۔ حضرت سنو!۔ ایک ٹوٹنے والی بار تہذیب ڈرا ایک عجیب و غریب دیوانی لگاتی ہے۔ تم بانگ اور لڑائی عورتانی میں ماہر ہو۔ ایک ٹوٹنے والی پر ایک تجربہ کرنا چاہتا ہے اور وہ تجربہ اس صورت میں مکمل ہو سکتا ہے جب تم جوزف کی اچھی طرف پٹائی کر دو۔ اور جوزف کو قطعی معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ تم دراصل کون ہو۔۔۔ میں جوزف کو اندر بلاؤں گا اور پھر شروع ہونے سے تم اس پر پل پڑاؤ۔ اور جب تک

میں اشارہ نہ کروں اس کی خوب پٹائی ہونی چاہیے۔۔۔ عمران نے صفدر کو پٹان سمجھاتے ہوئے کہا۔

جوزف اس وقت باقاعدہ اپنی مخصوص دروی میں تھا۔ دونوں لاپرواہی میں نکلے ہوئے ہوشوں میں ریوا اور صاف نظر آ رہے تھے۔ عمران کی کار دیکھ کر اس نے چھانگ نکل طور پر کہول دیا۔

عمران دوبارہ ڈرا بیونگ سیٹ پر بیٹھا اور پھر اس نے کار چھانگ میں داخل کر دی۔

پورچ میں کار روک کر عمران نے صفدر کو نیچے اترنے کا اشارہ کیا اور وہ دونوں نیچے اتر کر آگے جیسے چلتے ہوئے مخصوص کر کے کی طرف بڑھے۔ جوزف بھی اس دوران چھانگ بند کر کے واپس آ گیا۔ وہ بڑی حیرت سے صفدر کو دیکھ رہا تھا۔

مخصوص کر کے میں پہنچ کر عمران نے صفدر کو کونے میں لگے ہوئے صوفے پر بیٹھنے کے لئے کہا۔

جوزف کرسی سے باہر ہی رگ گیا تھا۔
 صفدر کو دلوں بیٹھا کر عمران کر کے سے باہر آیا اور اس نے جوزف کو لپٹے چھپے آنے کا اشارہ کیا اور کافی دیر جا کر وہ رگ گیا۔
 "جوزف! کیا تم تیار ہو؟"۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

"ہاں ہاں!۔ اس وقت میں خادم میں ہوں۔ آپ کا ٹون پلٹے ہی میں شے پوری تین برائیں اکٹھی پٹی کی ہیں؟۔۔۔ جوزف نے مسرت جیسے کہے میں جواب دیا۔

"سنو!۔۔۔ مخصوص کر کے میں جو غڈہ بیٹھا ہوں ہے اس کی خوب پٹائی کرنی ہے۔ لیکن خیال رہے کہ کوئی خطرناک چورٹ اسے نہ لگے

”مہم۔ مگر عمران صاحب! میں تو نہیں دوسکتا۔۔۔ مجھے لڑائی سے خوف آتا ہے۔ جو زفت کا ایک ٹکڑا میری ٹہریں توڑ دے گا۔ آپ مجھے معاف کریں اور نمود جو زفت سے لڑ لیں۔“ صفحہ لڑائی کا نام سننے ہی گھبرا گیا، اس کی آنکھوں سے انتہائی خوف کے آثار نمایاں تھے۔

”گھبراؤ نہیں۔ جو زفت کی پٹائی ضروری ہے۔ اور یہ تو کہا ہے ہی باتوں ضروری ہے۔ ایک سو کا ٹکڑا ہے۔ اس لئے تمہیں یہ کرنا ہی پڑے گا۔“ عمران نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

”نہیں عمران صاحب! میں تو نہیں دوسکتا۔ مجھے لڑائی سے خوف آتا ہے۔ میں ایک سو سے معافی مانگ لوں گا۔“ صفحہ اسی ٹکڑا لڑنے پر ایضاً تھا۔ لڑائی کے نام پر ہی اس کا رنگ پیلا پڑ چکا تھا۔

”نہیں تمہیں لڑنا پڑے گا۔ ورنہ ایک سو نہیں گولی ارد سے گا۔“ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”گولی مار دے گا۔“ صفحہ ایک دم گھبرا گیا۔ وہ مکمل طور پر حواس باختہ ہو چکا تھا۔

”ہاں!۔ اس نے مجھ پر ہی کہا تھا۔ اور تم جانتے ہو کہ ایک سو اپنی منہ کا کتنا پکنا ہے۔“ عمران نے اسے مزید دھمکاتے ہوئے کہا۔

”چھوڑنے سے بہتر تو یہی ہے کہ میں جو زفت سے لڑ لوں۔“ صفحہ نے بڑے خوف کی نسبت چھوٹے خوف کو گوارا کر لیا۔

”اب ٹھیک ہے۔ گھبراؤ مت۔ تم بتاتی جو زفت کی پٹائی کرو گے۔“ عمران نے اس کی ڈھارس بندھا لے ہوئے کہا۔

اور پھر عمران نے وردان سے باہر نکل کر جو زفت کو کمر سے اتارنے

کا اشارہ کیا۔

وہ عجیب ڈرامہ مرتب کر چکا تھا۔ جو زفت اور صفحہ کی لڑائی اور وہ بھی بلا مقصد۔ جو زفت تو عمران کے اشارے کا منتظر تھا۔ جوش سے اس کے بازوؤں کی مچھلیاں چھوڑ کر رہی تھیں۔ لڑائی کا نام سننے ہی اس کی آنکھوں میں سرخی آگئی تھی۔ وہ تیر کی طرح کمرے کی طرف لپکا۔

”جو زفت!۔ لو اب اس کا سنبھالو۔“ عمران نے جو زفت سے کہا۔

اور صفحہ بھی صوفے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس کے چہرے پر کئی کئی سرخی دور لگتی تھی۔

عمران اعلیٰین سے ایک طرف صوفے پر بیٹھ گیا۔

جو زفت پینٹے تو بغور صفحہ کی آنکھوں میں دیکھا رہا۔ اور پھر وہ کچلی کی طرح تڑپا اور دوسرے ٹکڑے صفحہ الٹ کر کمرے کے بائیں کونے میں جا پڑا۔ اس کے منہ سے خون نکلنے لگا تھا۔ جو زفت نے براہر پور لفٹ تک مارا تھا۔ اب صفحہ بھی ذرا تیزی سے اٹھا اور پھر وہ قدم بہ قدم چلتا ہوا کمرے کے درمیان میں کمرے جو زفت کی طرف بڑھا۔

جیسے ہی صفحہ قریب آیا، جو زفت نے اس کی ناک پر بیخ لہانا چا بانگ صفحہ نے تھوڑا سا پہلو بدلا اور پھر جو زفت کے پیٹ پر زور سے ٹکڑے سے مارا۔ مگر صفحہ کے کچے کا جو زفت پر رتی برابر بھی اثر نہ ہوا۔ اور عمران صوفے پر بیٹھا دیکھ رہا تھا کہ جو زفت نے مکہ بڑی مہارت سے مارا تھا۔ مگر اس کے سینے میں جان ہی نہیں تھی۔

جو زفت کے لئے صفحہ کا یہ مکہ باؤد میں چنگاری کے مترادف تھا۔ پھر جو زفت کے بازوؤں نے پنڈولم کی طرح حرکت کرنی شروع کر دی اور

برسا منہ بنا تے ہوئے آگے بڑھ کر بیہوش پڑھے ہوئے صفدر کو اٹھا کر
کندھے پر لا دیا اور پھر عمران کے پیچھے چل دیا۔

عمران دانش منزیل کے تہہ خانوں میں اترا ہوا اپنی منھیں تھوڑا
میں آیا جو زنت جس کے پیچھے آ رہا تھا۔ کمرے میں آ کر رنگ لگا۔

اسے میز پر لا دو۔ عمران نے جازت سے کہا کہ جازت نے
کمرے کے درمیان میں پڑی ہوئی میز پر صفدر کو لٹا دیا۔

تم اب جاؤ۔ عمران نے جازت سے کہا۔ اور جازت خاموشی
سے باہر چلا گیا۔

جازت کے ہانسنے کے بعد عمران نے تھوڑا سا گاہ کی ایک سائڈ میں پڑا
جرائیڈیون کا ریور اٹھایا اور پھر اس کے تہہ خانوں میں گھس کر بیٹھ
جلدی ملاحظہ مل گیا۔

ظاہر!۔ میں عمران بول رہا ہوں۔ فوراً دانش منزیل پہنچو۔
عمران نے صرف اتنا کہا اور ریور کی سیڑھی پر چڑھا۔

اب وہ بیہوش صفدر کی لطف متوجہ ہوا۔ اس نے صفدر کے سینے پر
ہاتھ رکھ کر اس کے دل کی دھڑکن کا اندازہ لگایا اور پھر مطمئن انداز میں سر ہٹا دیا
نعرے کی کوئی بات نہیں تھی۔

پھر وہ سائڈ ٹیبل پر پڑی ہوئی مختلف دواؤں کی بوتلوں کی طرف
بڑھا، اچھی وہ سائڈ ٹیبل کے قریب ہی گیا تھا کہ اچانک اس کی کھالی میں
کبھی سر سر اٹھ سوتی۔ اس نے چونک کر اپنی بائیں کھالی کی طرف دیکھا
اس کی کھالی میں بندھی ہوئی گھڑی کے حوالے میں ایک سُرخ لفظ بار بار
بل بھرا ہوا تھا۔

صفدر جیسے پر پڑنے والے تازہ توڑ مکوں سے اپنے آپ کو نہ بچا سکا۔
اب وہ دفاع پر اتر آیا تھا اور وہ آگے بڑھ کر جازت کو ضرب لگانے کا

بجائے صرف جازت کے مکوں سے بچنے کی کوشش میں مصروف ہو گیا۔
اچانک جازت نے پوری قوت سے اس کی بائیں پسلی پر گھڑی پر جیتا

کی ضرب لگائی اور صفدر بے اختیار آگے کی طرف جھک گیا۔
دوسرے لمحے جازت نے پوری قوت سے اس کی کپٹنی پر ایک ٹک

جڑ دیا اور صفدر ایک بار پھر فرش پلٹنے پر مجبور ہو گیا۔
اس دفعہ صفدر سے اتھارسی نہیں لگا۔ اس نے ایک دو دفعہ اٹھنے

کی کوشش کی مگر جازت کے ہٹ کی بعد فوراً جھٹکے آئے دوبارہ وہ گر
کر دیا۔ آخر وہ بے حس و حرکت ہو گیا۔

جازت اب پاگل پن کی مدول کو چھوٹے لگا تھا۔ اس نے صفدر کا
سہمہ دھوکوں کی بارش کر دی۔

معتبر و جازت!۔ بس کرو کافی ہو گئی ہے۔ عمران نے اچانک
جازت کو روک دیا۔

اور جازت یوں رگ گیا جیسے چلتی ہوئی مین ایک دم رگ جاتی ہے
باس!۔ آپ تو کبھی تھے کہ یہ برا خطر ناک غلطی ہے اور لڑائی جڑا

اور ہاں گنگ کا ماہر ہے۔ مگر یہ تو قطعی بزدلی ہے۔ اسے تو لڑنا
بھی نہیں آتا۔ جازت نے شکایت جیسے بلیے میں کہا۔ اس کے

پھر سے پر ایسے اثرات تھے جیسے آئے اس لڑائی میں قطعی لطف نہ آیا ہو۔
زیادہ باتیں مت کرو۔ اسے اٹھاؤ اور میرے پیچھے آؤ۔

عمران نے جازت سے کہا اور پھر خود کمرے سے باہر نکل آیا اور جازت نے

دیکھا کرو۔ اور؟۔ عمران نے اُسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”بہتر سر!۔ میں ابھی جاؤں۔ اور؟۔ دوسری طرف سے

ٹائیگر نے جواب دیا۔
”اور آئینہ آں۔“ عمران نے کہا اور چہرہ وٹہ مین و باکرہ رابطہ ختم کر دیا۔

رابطہ ختم کر کے عمران دوبارہ سائیکل ٹیبل کی طرف بڑھا۔ اس نے ایک سیٹی اٹھا کر اس کے ٹیبل کو بندوق دیکھا اور پھر واپس صفدر کی طرف بڑھا۔ اسی لمحے دروازے پر بلیک زیرو نمودار ہوا۔ اس کے چہرے پر لٹو لٹوش کے آثار نمایاں تھے۔ جیسے وہ عمران کے اس طرح اچانک بلائے پر پریشان ہو گیا ہو۔

”آؤ ظاہر؟“ عمران نے اسے دروازے میں ہی رکتے دیکھ کر کہا اور بلیک زیرو اندر آ گیا۔

”یہ صفدر ہے؟“ عمران نے صفدر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
”کیا یہ ایک آپ میں ہے؟“ بلیک زیرو نے سوال کیا۔

”ہاں۔“ عمران نے جواب دیا۔

”مگنا ہے زمین میں سے کیا ہے؟“ بلیک زیرو، صفدر کی حالت دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔ اس کا تمام چہرہ سوچ گیا تھا۔ منہ اور ناک سے خون برس رہا تھا۔

”جو زون نے؟“ عمران نے جواب دیا۔

”جو زون نے؟“ بلیک زیرو اچھل پڑا۔

”مگر کیوں؟“ اس نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے سوال کیا۔

عمران نے دنہ مین کو غصہ میں انداز میں کھینچا اور گھڑی کو کان کے قریب لے آیا۔

”ہیلو، ٹائیگر پیکنگ۔ اور؟۔ دوسری طرف سے ٹائیگر آواز سنائی دی۔

”ہیں۔ عمران پیکنگ۔ اور؟۔ عمران نے جواب دیا۔
”سر!۔ میں نے ڈاکٹر خالد رشید کا تعاقب کیا اور؟۔“

”نئے تفصیل سے تمام رپورٹ دی۔“
”ہو نہ ہو۔“ ٹائیگر نے چھاؤنی میں تمہارا کوئی دوست رہتا ہے۔ اور عمران نے سوال کیا۔

”ہیں بس!۔ وہاں کئی طرزی آئیمر میرے دوست ہیں۔ اور؟۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔ ویسے اس کے بچے میں عمران کے اس لٹو کے برا کی بنا پر حیرت صاف جھک رہی تھی۔

”ٹھیک ہے۔ تم ان میں سے کسی دوست سے جا کر ملو۔ اور؟۔“
”مجھے رپورٹ کرو کہ اس کی ذہنی حالت کیسی ہے؟“ خاص طور پر اس بات کا خیال رکھنا ہے کہ وہ جگمگ کے متعلق کیسے خیالات رکھتا ہے۔ اور؟۔“ عمران نے اُسے ہدایت دی۔

”صدی باس!۔ میں آپ کی بات کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔ بلکہ دوسری طرف سے ٹائیگر نے عذرت آمیز لہجے میں کہا۔ ویسے اس سے بچے سے صاف نمایاں تھا کہ وہ عمران کی اس عجیب و غریب ہدایت پر الجھ کر رہ گیا ہے۔

”میں اپنے الفاظ دوبار لے گا عادی نہیں۔ بیجا میں نے کہا ہے۔“

سہاٹی اور انتہائی بزدل ہے۔ جسے دیوالوں کے نام سے موت نظر آتی ہے۔ جو ایک حقیر سی چھپکلی سے خوف کھاتا ہے۔ اور جو بوزنت کے باغیوں کیوں پناہ ہے جیسے ظالم استاد کے باغیوں کوئی کمزور سا بچہ؟۔ عمران نے جواب دیا۔

میں اس بات کو کسی صورت تسلیم کرنے کے لئے بالکل تیار نہیں۔ بلکہ زیرو سے آخر نہ رہا گیا۔ چنانچہ اس نے عمران کی بات تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

میں میں کبہ رہا ہوں۔ اچھا اب تم جاؤ۔ میری کار کی پھینکی لیٹ پر ایک فائل پڑی ہے تم اس کا مطالعہ کرو۔ جب تک میں صفد کو ہوش میں لا کر ڈریسنگ کمروں اور ساتھ ہی اس کا علاج بھی۔ عمران نے بلکہ زیرو سے کہا۔

اور بلکہ زیرو خاموشی سے واپس مڑا اور لیٹ بار پڑی سے باہر نکلا چلا گیا۔

”صفد کو میں میک آپ کر کر یہاں لے آیا۔ اور پھر جوزف اور صفد میں لڑائی کرائی۔ نتیجے میں اب یہ یہاں موجود ہے۔“

عمران نے اسے تفصیل بتائی۔

مگر بلکہ زیرو کے ذہن میں ابھی تک ایک بڑا سا سوالیہ نشان موجود تھا۔ وہ عمران کی بات مرے سے ہی سمجھ نہیں سکا۔ جیلا جوزف اور صفد کی لڑائی کرانے کا فائدہ؟

”مگر کیوں؟“ بلکہ زیرو نے دوبارہ اپنا سوال دہرایا۔

”یہ بعد میں بتاؤں گا۔“ عمران نے جواب دیا۔

مگر صفد کی حالت سے تو محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے جوزف نے اس کی خوب پٹائی کی ہے۔ اور پھر باہر جوزف تو بالکل ٹھیک ٹھاک ہے۔ اسے تو معمولی سی چوٹ لگ نہیں آئی؟۔ بلکہ زیرو اب بھی عمران تھا۔ اس کے عمران کی داغ بیل صورت پر عمل طور پر اعمامہ و امانت چلا جا رہا تھا۔

”ہاں!۔ صفد نے صرف ایک ہاتھ مارا اور وہ بھی ڈھیلا سا۔ مگر جوزف نے اسے رونے کی طرح دھمک کر دکھایا ہے۔“ عمران نے جواب دیا۔

مگر صفد روم کا پتلا تو نہیں۔ یہ تو جوزف کو ناکوں چنے جو اویا۔

بلکہ زیرو نے اچھے بڑے لہجے میں جواب دیا۔

اسی بات کو دیکھنے کے لئے تو میں نے یہ لڑائی کرائی ہے۔ ظاہراً تمہاری اطلاع کے لئے عرض کروں کہ صفد کی مشکل طور پر کاپی پٹ چکی ہے۔ اب یہ وہ پہلے والا صفد نہیں رہا۔ یہ نیا صفد کسٹ

وہ اس وقت بھی اسی لباس میں تھی جو اس نے بیہوش ہونے سے پہلے پہنا
 ہوا تھا۔ وہ سمجھ گئی کہ اسے بیہوش کرنے کے بعد اطوار کر کے یہاں لایا گیا ہے۔
 وہ پلنگ سے نیچے اتر آئی اور پھر تیزی سے بند دروازے کی طرف بڑھی۔ یہ
 تھی ایک اضطراری حرکت تھی۔ دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اٹھا کرنے والے یہ تو کبھی نہیں
 چاہتے کہ وہ دروازہ کھلا چھوڑ دیں اور ان کا شکار دروازہ کھلی کر باہر نکلے اور
 پھر خراہ خراہاں چلتا ہوا اپنے غلیظ پرینچ جیائے۔
 دروازہ حسب توقع باہر سے بند تھا۔

جو لیا چند لمحوں تک انجور کسے کو دیکھتی رہی۔ وہ شاید فرار ہونے کا راستہ
 ڈھونڈنا چاہتی تھی مگر سینٹ کی مضبوط اور سپاٹ دیواریں اس کا منہ پڑا رہی تھیں۔
 وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی رہی اور پلنگ پر آکر بیٹھ گئی۔

اس کا ذہن اپنے اس عجیب اور عجیب سا راز خواہ پر اُجھ رہا تھا۔ ابھی تک
 نتیجے پر نہیں پہنچی تھی کہ کیا ایک دروازہ ایک گھنٹے کے کھلا
 اور پھر کسے میں ایک مین گن بردار داخل ہوا۔ اس نے سفید رنگ کی
 وردی پہن رکھی تھی۔ سینے پر ایک جھلماسی رنگ کا جوا تھا۔ سانپ کے ڈیراں کایج
 پہلو لڑتی تھیں۔

اس نے مین گن کا رخ جو بالکل طرف کرتے تھے جھکے تھکانے پر بھی نہیں کہا۔
 اور جو لیا پب چاب پلنگ سے اتر کر اور پھر مین گن بردار کے آگے جتنی ہوتی
 کسے سے باہر نکل آئی۔

یہ ایک ہولناک رازداری تھی جس کی اچھت میں جگہ جگہ مگر کی بلب لگے ہوئے
 تھے۔ اور جن کی تیز روشنی کی وجہ سے رازداری لقمہ نور بھی ہوتی تھی۔
 "ہاں! طرف چلو۔ مین گن بردار نے اسے حکم دیا۔

جو لیا کو جب بیہوش آیا تو پہلے تو وہ خالی ٹولی نظروں سے اوجھ مچھ گئی
 پھر اس کا شعور گھبرا ہوا جگہ گیا اور چند ہی لمحوں بعد وہ پوری طرح بیہوش
 گئی اور اسے پھیلے تمام منظر یاد آئے گئے۔

اور وہ سوئے وہ اضطراری طور پر پھیل کر بیٹھ گئی اور پھر وہ یہ دیکھ کر
 حیران رہ گئی کہ وہ اپنے فلیٹ کے بجائے ایک چھوٹے سے کسے میں موجود
 گھر و قسم کے فرنیچر سے عاری تھا۔

صرف ایک پلنگ جس پر چریاں خود موجود تھی۔ کسے کی دیواریں سپنا
 صرف سامنے کونے میں ایک دروازہ تھا جو بند تھا۔ کسے میں مگر کی بلب
 بنی رہا تھی اور اس کسے میں تیز روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

جو لیا نے اپنے لباس پر نظر ڈالی۔

جولیا خاموشی سے دایں طرف چل دی۔

کافی دور تک دائرہ بازی میں چلتے ہوئے سین گن بردار نے اسے ایک ڈرائیو کے سامنے رکنے کے لیے کہا۔

۱۰ اس پر دستک دو دی۔ اس نے جولیا کو حکم دیا۔

اور جولیا نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے دروازے پر دستک دی۔

دستک دیتے ہی دروازہ کھل گیا۔

۱۱ اندر چلو، سین گن بردار نے حکم دیا۔

اور جولیا اندر داخل ہوئی، جولیا کے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ کھلنے سے بند ہو گیا۔ سین گن بردار باہر ہی رہ گیا۔ دروازہ بند ہونے کی آواز سن کر

جولیا بے اختیار مٹری طور پر دروازہ کو بند یا کر اس سے ایک طویل سانس لی

یہ ایک خاصا بڑا کھوٹا اور اس پورے نمسے کے درمیان میں صحت ایک

کرسی موجود تھی۔

” لڑکی اس کرسی پر بیٹھ جاؤ۔“ اپنا نمک کسے میں ایک بھاری بھر کماتا

جولیا نے صبر سے اسے اور دُور دیکھا۔ مگر آواز کا مخرج اسے معلوم نہ ہو سکا

ایسا محسوس ہوا تھا۔ جیسے کسے کی دو ٹولروں کی برابری سے آواز نکلی ہو۔

جولیا آہستہ آہستہ چلتی ہوئی کرسی کے قریب پہنچی اور پھر وہ ڈرتے ڈرتے

کرسی پر بیٹھ گئی۔

وہ کرسی پر اس انداز سے بیٹھی تھی جیسے اسے خطرہ تھا کہ کرسی پر بیٹھنے کا

کرسی لوٹ جائے گی۔

اس کے کرسی پر بیٹھتے ہی اپنا نمک کرسی کے دونوں پاؤں سے گت

کڑ سے نکلے اور گھوم کر بند ہو گئے۔ اب جولیا کی ہاتھیں کرسی کے پاؤں سے

بڑی جاچکی تھیں۔

دوسرے لمحے ایک بڑک سا کٹھنکا ہوا اور چھت سے تیز تر شاہ شکی کی بوچھاڑ جولیا

پر پڑنے لگی۔ جولیا اس روشنی میں تنہا سی گئی۔

اور دوسرے لمحے جولیا کو ایسے محسوس ہوا جیسے اس کے تمام جسم پر چھریاں

سی رہنے لگی ہوں۔ اس نے بے اختیار اپنے جسم کو کھجونا چاہا۔ مگر یہ دیکھ کر

اسے بید حیرت اور سناٹا ہی ملا تو سچی بڑی کر اس کے دونوں ہاتھ تعلق منگوج

پڑ چکے ہیں۔ وہ پوری گوشہ نش کے باوجود بھی انہیں حرکت نہیں دے سکتی۔

دوستی بڑا براں پھر بڑی ہی تھی۔

اب اس کے جسم میں آگ سی لگ گئی تھی۔ اس کا ہی چاہ رہا تھا کہ وہ کپڑے

اُڑھ بیٹھے۔ کیونکہ کپڑے اب اس کے جسم کے سا بھنگ کر اسے بے پناہ

تکلیف پہنچا سکتے تھے۔ مگر وہ بے حس و حرکت بیٹھے بیٹھے پرنے پر مجبور تھی۔

تکلیف بڑھی چلی گئی اور بے پناہ غصے کے باوجود اس کے منہ سے بے اختیار

بے چینی نکلتے گئیں۔

اب اس کا جسم تیزی کی طرح دکھ رہا تھا۔ اسے ایسا محسوس ہوا ہا تھا جیسے

اس کے جسم میں آگ ہی آگ بھری ہوئی ہو۔ شدت تکلیف سے اس کا چہرہ

بگڑ گیا تھا۔ اور اُٹھیں باہر کو آئی تھیں۔

اور پھر اپنا نمک روشنی غائب ہو گئی۔ جولیا کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ مرنی

ملاؤ وہ بارہ زخم کی طرف لوٹ آئی ہو۔ تکلیف آہستہ آہستہ کم ہوتی چلی گئی۔

اس کے جسم میں ٹھنڈک پڑتی چلی جا رہی تھی اور پھر اس کے دونوں ہاتھ بھی

حرکت کرنے لگے اور ساتھ ہی جسم بھی۔

چند منٹوں بعد وہ بائیں ٹیک ٹھاک تھی۔ اسے ایسا محسوس ہوا رہا تھا۔

یہی ہے اُسے کبھی کوئی تکلیف ہوتی ہی نہ ہو۔ وہ بائبل داخل پوزیشن میں تھی صرف
اس کی ٹانگیں کرچی سے دستور دیکھتی ہوتی تھیں۔

"لڑکی اب جو میں سوال پوچھوں اس کا صحیح جواب دینا ورنہ میرے ایک
انشاء پر پڑھیں اس سے لاکھ ٹنا زیادہ غنا بھیلنا پڑے گا۔" آواز دوبارہ
کھستے میں گونجی۔

"تم کیا پوچھنا چاہتے ہو اور تمہارا مقصد کیا ہے۔" جولیانے قہقہے سخت
پھینک دیے۔

"ہو نہ ہو کافی دلیر لڑکی ہو، ابھی تک تمہارے ہوش ٹھکانے نہیں لگے یا
آواز نے انتہائی دہشت لپیٹ لی ہے۔"

"تم نے مجھے اغوا کیوں کیا ہے اور تم کیا چاہتے ہو؟" جولیانے کہا۔
"تمہارا نام کیا ہے؟" مخاطب نے بھگتے سوال کے جواب میں بے
لامناہی سے سوال کر دیا۔

"تمہیں اس سے کیا مطلب ہے؟" جولیا کو بھی غصہ آ گیا۔

دوسرے لمحے ایک بار پھر ہلکا سا ٹھککا ہوا اور جولیا ایک بار پھر اسی
سُرخ روشنی میں اٹھ اٹھی۔

گھراس دھند روشنی پہلے سے زیادہ سُرخ اور تیز تھی چند لمحوں بعد
جولیا ایک بلدیہ پرانی حالت میں پہنچ گئی۔ اس نے ہنسنوں پر دانت چاٹنے
اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ مخاطب کو اپنی قیمت برداشت دیکھا
دے گی۔

عمر یہ غیر انسانی تکلیف پڑھتی ہی چلی گئی تھی کہ جولیا کے منہ کو کاٹنے
ٹوٹ گیا اور اس کے منہ سے ایک طویل چیخ نکل گئی۔

"نام بتاؤ۔" آواز اس کے کانوں میں آئی۔

گھر تکلیف آتی شدید تھی کہ اسے نام بتلانے کا ہوش کہاں رہ گیا تھا۔

اور کوئی بعید نہیں کہ اسے اس شدید ترین تکلیف میں اپنا نام ہی بھول گیا ہو۔
وہ لگا تار چھین راتی مل گئی۔ پھر تکلیف کی انتہائی شدت کی بنا پر اس کے
جوانے اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ جھوٹ ہو گئی۔

اس کے جھوٹ ہوتے ہی روشنی ایک بار پھر غائب ہو گئی اور پھر ایک
پہلی طرف کی دیوار انہی جگہ سے کھسکی اور اس سے نکلنے والے نکلارے سے ایک
غلاب پوش اندہ داخل ہوا۔ اس نے گہرے سُرخ رنگ کی دروی پٹی ہوتی
ٹی اور اس کے سینے پر ایک بڑا سانپ کندلی ماسے بیٹھا تھا۔

"ایک کافی بڑا بیج تھا جو سیاہ رنگ کی کسی چمکدار دھات سے
بنا گیا تھا۔"

وہ تیز تر قدم اٹھاتا ہوا جولیا کے قریب آیا اور پھر اس نے جولیا کو بغور دیکھا۔
دوسرے لمحے اس نے کرسی کی پشت پر لگے ہوئے ایک بٹن کو دبا دیا۔
جولیا کی دونوں ٹانگیں آزاد ہو گئیں۔

اس نے دونوں ہاتھوں پر بے ہوش جولیا کو اٹھایا اور پھر اسے لیے ہوئے
اوپارہ اس نکلارے میں پھلا گیا۔

دیوار ایک بار پھر برابر ہو گئی۔ دوسری طرف ایک بھونکا سا کمرہ تھا۔ وہ
اس کمرے کے دروازے سے نکل کر سیڑھیاں چڑھتا پھلا گیا۔

سیڑھیاں دو دروازے کے قریب ہی تھیں۔ تقریباً بیس سیڑھیاں چڑھنے کے
بعد وہ ایک بڑے روم میں پہنچا اور پھر سادے کے آخری کونے میں موجود دروازے
کے سامنے جا کر رک گیا۔

”کم لٹ“ اندر سے وہی تبدیلی ہر کم آواز سنائی دی جو یوں لگے جیسے
میں گونجتی ہوئی تھی۔

جولیا کو اٹھائے ہوئے نقاب پوش کسکے کے اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک
خاموش اور تباہ کن تھا جس کے ایک کونے میں ایک بڑی میز کے چاروں طرف ایک عظیم
سائنس دان بیٹھا ہوا تھا۔ دوسرے گوشے تھا اور جس کے پریشانی اور خفا کے
آثار صاف نمایاں تھے۔

اس کے اشارے پر نقاب پوش نے جولیا کو ایک صوفے پر لٹا دیا۔
اسے ہوش میں لاؤ غیر لٹاؤ۔ میز کے چاروں طرف موجود کچھ سے حکم دیا۔
”یس ہاس“ نقاب پوش نے انتہائی خود باز لہجے میں کہا۔

اور چہرہ ٹھوکی طرح گھوم کر ایک الماری کی طرف بڑھا۔ اس نے آستانی
پھرتی سے الماری کھول کر اس میں سے ایک چھوٹی سی شیشی اٹھائی اور وہاں
جولیا کے قریب آیا۔ اس نے شیشی کا ڈھکن کھول کر اسے جولیا کی ناک
سے رکھا دیا۔ ایک لمحے سے بھی کم عرصے میں جولیا کی آنکھیں کھل گئیں۔

نقاب پوش جولیا کے ہوش میں آتے ہی ایک طرف ہٹ گیا۔ اس نے
شیشی بند کر کے پھر اسے دوبارہ الماری میں رکھ کر وہ ایک طرف خود باز انداز
میں کھڑا ہو گیا۔

”لڑکی اب اٹھو“ ہاس نے تڑپ سے سخت لہجے میں جولیا سے کہا۔
جو ہوش میں آنے کے بعد وہ خالی الذہن کیفیت میں بڑی آنکھیں جھپک
رہی تھی۔

اس آواز نے جولیا پر جانور کا سا کام کیا۔
جولیا کے کانوں میں جیسے ہی یہ آواز لڑکی جولیا ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھنے لگی

وہ اب بغور ہاس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جس کے چہرے پر کچھ وہی سکھاپٹ
پہیلی ہوئی تھی۔

”کیا اب بھی تم اپنا نام نہیں ستاؤ گی؟ ہاس نے طنز سے لہجے میں سوال کیا۔
”تم پہلے بھی اسی شرافت سے سوال کر سکتے تھے۔ پھر کسی سے مجھے کچھ
اور وہ روشنی ڈال کر مجھے تکلیف پہنچانے سے تمہیں کیا ملا؟“
جولیا نے سوال کا جواب دینے کی بجائے اس سوال کو رد کیا۔

”پہلی بار میں تمہارا ایک آپ چیک کرنا چاہتا تھا۔ ریڈر بڑی زور
آنے کے بعد جتنی کم ایک آپ صاف ہوا ہے۔ دوسری دفعہ تمہیں مترا
ہینے کے لیے تم پر ریڈر بڑی زور دیا گیا تھا۔ ہاس نے سکراتے ہوئے اس کے
سوال کا جواب دیا۔

”ہونہہ“ ہونہہ یا ہونہہ یا ہونہہ ہو گئی۔
”دیکھو لڑکی تم ایک غیر ملکی ہو۔ تمہیں اس ملک سے ہمدردی نہیں ہوتی چاہیے۔
یہ ملک ہاتھوں اور سر پھروں کا ہے۔ یہ لوگ مذہبی دیوانے ہیں۔

یہ بات میں تسلیم کرتے ہوں کہ یہ دنیا کی دلیر ترین اور بہادر قوموں میں سے
ایک ہے اس لیے پوری دنیا کو یہ خطرہ لاحق ہے کہ اگر یہ لوگ اپنے اختلاف بھلا
کر متحد اور خوشحال ہوں گے اور انہوں نے اپنی فوجی طاقت برطانیہ کو یہ چھوڑنا
پوری دنیا کے لیے کسی بھی وقت خطرہ بن سکتا ہے اور ہم ایسا نہیں چاہتے۔
اور تمہیں بھی ایسا ہی چاہنا چاہیے؟ ہاس نے جولیا کے سامنے ایک چھوٹی
سی تقریر کر ڈالی۔

جولیا خاموش بیٹھی کچھ سوچتی رہی۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کا ایک
اس کے ذہن میں ایک نئی نظریاتی شکل تھی جو۔

"لوگ میری بات کا جواب دو" ہاں نے قدم سے حکمانہ لہجہ میں جواب دیا۔
 "ہاں تم صحیح کہہ رہے ہو مگر..."

جولیانے کچھ چمکاتے ہوئے اپنی بات نامکمل چھوڑ دی۔
 "اگر تم کو یہاں تنہا کش نہیں تم شاید سوس ہو۔ اور اس ملک کے
 علاقے اس شخص میں دنیا کے تمام ممالک شامل ہیں۔ تمہارا ملک بھی چاہئے ساتھ
 ہے اس لیے ظاہر ہے اس ملک کے باشندہ ہونے کا وجہ سے تمہارا فرض
 ہے کہ تم ہماری مدد کرو" ہاں نے اس کی ذہنی کا پاپوشنی شروع کر دی۔

"مگر میں کیا امداد کر سکتی ہوں، میں ایک بے بس لڑکی ہوں" جولیانے
 اس کے الفاظ سے متاثر ہوتے ہوئے جواب دیا جیسے اسے اچانک احساس
 ہوا کہ وہ اپنے اصلی وطن سے غدا ہی کر رہی ہے اور اس مذہبی ملک میں
 اپنا وقت ضائع کر رہی ہے۔

"ویری گڈ تم نے واقعی صحیح سوچا ہے۔ ہاں میں اس سطح کو عبور دیکھ رہا تھا۔
 اور دوسرے لمحے جولیانے دیکھ کر حیران رہ گئی۔ اس کے سامنے لگی ہوئی
 میز کی سطح ایک سکورین کی طرح روشن تھی اور اس میں مختلف گیسوں بولی
 کی طرح کوئز رہی تھیں۔

"تمہارا نام؟" ہاں نے اس دفعہ پھر نام پوچھا۔

"جولیانے نام ڈاؤن" جولیانے بڑی سفاک انداز سے جواب دیا۔
 اس نے جیسے ہی جواب دیا میز کی روشن سطح پر ایک گیس برقی اور جڑتی
 چلی گئی۔

"کی تم سیکرٹ سروس میں کام کرتی ہو؟" اس نے دوسرا سوال کیا۔

"نہیں" جولیانے عادتاً جواب دے دیا۔

"جھوٹ مت دو جولیانے میں جھوٹ کی عبرت نامک منزاویہ ہوں؟" ہاں
 میز پر دیکھتے ہوئے بگڑ گیا۔

"میں صحیح کہہ رہی ہوں" جولیانے جواب دیا۔

"تم کی کبھی سبھی ہو کہ مجھے کچھ پتہ نہیں۔ تمہارے ذہن میں پہلا ہونے والا ہر
 ارادہ اس وقت میز کی سطح پر نظر آ رہا ہے" ہاں نے تقریر پڑھے میں کہا۔
 اور جولیانے متحکم کر رہ گئی۔

"اب سچ سچ بتاؤ" ہاں نے دوبارہ نرم لہجے میں سوال کیا۔

"ہاں میں سیکرٹ سروس میں کام کرتی ہوں" جولیانے اس بار عادی بھری۔

"حیرت ہے اس ملک کے لوگ ذہنی بیوقوف ہیں کہ ایک غیر ملکی کو اپنی
 سیکرٹ سروس کا ممبر بنا لیتے ہیں؟" ہاں نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

اس کے الفاظ جولیانے کانوں میں پڑ گئے اور جولیانے دھمکے سے سہرا دی۔

"جی بیوقوف نہیں بلکہ وہ ہم لوگوں کی ذہانت سے ناکام اٹھاتے ہیں" جولیانے
 نے مطمئن لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ اچھا اب تم سیکرٹ سروس کے متعلق تفصیل سے بتاؤ میں
 تفصیلی معلومات چاہتا ہوں" ہاں نے اصل دوپ پٹیل کر دیا۔

"سیکرٹ سروس میں مختلف گروپ ہیں۔ ہر گروپ ایک دوسرے سے علیحدہ
 رہتا ہے اور کام کرتا ہے کسی گروپ کو دوسرے گروپ کے ممبران کے متعلق
 علم نہیں ہوتا۔ ہر گروپ کا اپنا ہی علیحدہ ہوتا ہے"۔

یوں کہ یہ ایک ہی اطلاع ہے۔ اس سے پہلے تو ہم نے گروپ بندی کے
 متعلق نہیں سنا۔" ہاں کے پیچھے ایجن نمایاں تھی۔

ویسے میز کی سطح پر بجرتی ہوئی برقی لائٹیں بتلا رہی تھیں کہ جولیانے ٹھیک

”جہیں باوجود صحت گوشت کے آج تک مسموم نہیں ہو سکا۔“ جو بیانے
الطیبان سے جواب دیا۔

”یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم سیکرٹ سروس میں اتنا اہم عہدہ رکھتی ہو اور
متعین چیف کے متعلق علم نہ ہو۔“ ہاں کا بوجھ شکوک تھا۔
جیسے اُسے جواب کی بات پر یقین نہ آیا ہو۔

”میں صحیح کہہ رہی ہوں، تاپ چیک کر لیں۔“ جو بیانے جواب دیا۔
چیک سے اس کا اشارہ ما سٹرز ریڈنگ مشین کی طرف تھا جو یقیناً مینز
میں ناف تھی اور جس کی سکرین میز کی سطح کو ناپا گیا تھا۔
”عمرانی سیکرٹ سروس میں کیا پوزیشن رکھتا ہے؟“
”اس نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد دوبارہ سوال کیا۔

”عمران ہماری سیکرٹ سروس کا ممبر نہیں۔“ ہاں اس سے کبھی بھلا رخصا کا نا
ظہر پر کام لیتا ہے اور بس۔“ جو بیانے جواب دیا۔

”تمھاری سب باتیں سنی اخلاعات پر مبنی ہیں۔ جہیں تو معلوم ہوا تھا کہ
عمران سیکرٹ سروس میں پیم پڑھتا ہے، ہاں نے اُلٹھے ہوئے سہجے
میں جواب دیا۔

”بہر حال جو کچھ میں جانتی تھی آپ کو بتا دیا ہے۔ اب آپ اس پر یقین کریں
یا نہ کریں، آپ کی مرضی سے۔“ جو بیانے نے بڑے لطیفان سے جواب دیا۔

”اگر تم تجھیں رہا کروں تو کیا تم سیکرٹ سروس کی آئندہ سرگرمیوں کے
متعلق سنی اخلاعات بتا کر پی بھوگی؟“ ہاں نے پوچھا۔

آخر وجہ یہ ہے کہ میں کیوں آپ کو اخلاعات بتا کر دیں، میرا آپ سے کیا
تعلق ہے؟ آپ عمر میں اور یقیناً اس ملک میں عمرانہ سرگرمیوں میں مصروف

کہہ رہی ہے، کیونکہ جو بیانے اب تمام برڈسچر کچھ چکی تھی اس لیے آجیتو کی دی ہوئی
مخصوص ذہنی ٹریننگ اس وقت کام آ رہی تھی۔ جو بیانے دماغ کی تمام
قوتوں کو ریزے کار لاتے ہوئے اپنا تمام اندر اس بات پر ڈال دیا تھا۔ باقی
ہر قسم کا خیال ذہن سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا تھا۔

”تم کون سے گروپ میں ہوا رہتے گروپ میں کتنے ممبر ہیں؟“ پاس
نے سوال کیا۔

”میسٹر گروپ میں میسٹر علاوہ صرف تین اور آدمی ہیں۔ سب بچے خواہ
کیا گیا تو وہ بیٹوں میں ہو سکتے۔“ جو بیانے جواب دیا۔

”ہونہہ،“ ہاں چند لمحوں سوچتا رہا۔

پھر اس نے دوسرا سوال کیا۔ ”تمھارا کیا خیال ہے سیکرٹ سروس میں
اور کتنے گروپ ہوں گے؟“

”صحیح تعداد کا تو علم نہیں البتہ میرا اندازہ ہے کہ اس کے قریب گروپ
اور ہوں گے۔“ جو بیانے جواب دیا۔

”اور تمھارے گروپ کا اپنا ج کون ہے؟“ ہاں نے پوچھا۔

”میں خود اپنا ج ہوں۔“ جو بیانے جواب دیا۔

”اوہ تم گروپ اپنا ج ہو۔ اس کا مطلب ہے تمھارا چیف تم پر کافی سے
زیادہ اعتماد کرتا ہے۔“ ہاں نے چونک کر سوال کیا۔

”جی ہاں۔“ جو بیانے نے اور کہا جو اب دیتی۔

اس نے صرف جی ہاں کہنے پر رکتی کیا۔

اور سیکرٹ سروس کا چیف ایسٹو کون ہے؟“ ہاں دفعہ ہاں نے اپنے
پہلے پرنوڈ دیتے ہوئے پوچھا۔

ہوں گے میں آپ کو اطلاعات مہیا کر کے کہ آپ کی جرمانہ زندگی کا ساتھ تمہیں دوں۔
جو بیانے ٹرے الطینان سے جواب دیا۔

”دیکھو لڑکی! مجھے سختی پر مجبور کر دو۔ میں اگر چاہوں تو ایک لمحے میں تمہاری
شہ رگ کاٹ سکتا ہوں!“ اس نے سخت بلے میں جواب دیا۔

”جو کچھ میں جانتی ہوں وہ اس نے سچ بتلایا ہے۔ اب تم کیا کرنا چاہتے ہو
یا کیا نہیں۔ مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔“ جو بیانے بلے میں سختی پیدا
کر کے ہونے کہا۔

”میں ایک بار پھر کہتا ہوں خوب سوچ سمجھ کر فیصلہ کر لو یا تو ہمارا ساتھ دو
وگرنہ مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔“ ہاس نے زیر خند بلے میں کہا۔ اس کے بلے
سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنی بات پر عمل بھی کر لگا رہے تھے۔

”جو ممت۔۔۔ میں سیکرٹ سروس کی نمبر ہوں اور تمہاری مدد کے میں
سیکرٹ سروس سے غداری نہیں کر سکتی۔“ جو بیانے تند بلے میں کہا اور دوسرے
بلے وہ مومنے سے اٹھ کھڑی ہوئی اور اس سے پہلے کہ وہ دروازے کی طرف
پھلانگ لگاتی نمبر تو جو ایک طرف خاموش کھڑا تھا کسی عقاب کی مانند ڈانٹا ہوا
جواب پر جا بڑا اور جوابی نمبر تو کے شکستے میں بڑی طرح پھینس گئی۔

”اسے تہ خانے میں لے جا کر گولی مار دو۔“ ہاس نے سرد بلے میں نمبر تو
سے مخاطب ہو کر کہا اور دوسرے بلے نمبر تو کا ہاتھ اٹھا جو ایک کپڑی پر ایک
پٹانہ سا تھوٹا اور جلیبا پہوش ہو کر نمبر تو کے ہاتھوں میں چھول گئی۔

نمبر تو نے جواب دیا کہ اسے بے پروا اور ہیرا خاوشی سے گھسے سے باہر نکل گیا
مختلف راہداریوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک کمرے میں پہنچا جس کے کونے
میں میٹریاں بیچ جاتی صاف نظر آ رہی تھیں۔ نمبر تو بیٹھ گیا اور پھلانگ لگا کر

کا انتہام ایک کمرے میں ہوا اس کے کے دروازے پر بیچ کر نمبر تو نے زور سے
دروازے پر ہاتھ مارا تو دروازہ کھٹک چلا گیا۔ سامنے اندھاری سختی نمبر تو راہداری
میں دہائیں طرف مڑا اور تھوڑی دُور پہنچنے کے بعد ایک کمرے کے سامنے ٹک گیا۔
اس نے اس کمرے کے دروازے پر ہاتھ مارا تو وہ دروازہ بھی کھٹک چلا گیا۔

نمبر تو کمرے میں داخل ہو گیا کمرے میں وہاں ہوتے ہی اس نے ایک جھنگے سے جواب
کو فرش پر پھینک دیا لیکن وہ کمرے ہی کے نمبر تو کی آنکھیں جبریت سے پھیل گئیں
جو بیانے کا جسم جو وہی فرش سے ٹکرایا وہ یوں اچھل کر کھڑی ہو گئی جسے فرش

سے سر تک نکل اسے ہوں۔ جو بیانے ہوش نہیں ہوتی تھی بلکہ بے ہوشی کی
ایک لنگ کر رہی تھی۔ اور پھر اس سے پہلے کہ نمبر تو سنبھلتا۔ جو بیانے اس پر پھلانگ
لگا دی۔ نمبر تو نے پھرتی سے اپنے آپ کو بچایا اور دوسرے ہی لمحے نمبر تو کی

وات پوری قوت سے جوابی کپڑیوں سے گھولتی اور جوابی چپتی ہوئی کمرے کے
کونے میں جا بڑی اور پھر اس سے پہلے کہ وہ کھڑی ہوئی نمبر تو نے بجلی کی
سی تیزی سے تھپ سے دیوالور نکال لیا۔ دیوالور پر سب فلسفہ سرخ چھا ہوا تھا اور

پہرہ قدم پر قدم چلتا ہوا جو بیانے کے پاس آکھڑا ہوا۔ جوابی کی آنکھیں دیوالور پر چھٹی
ہوتی تھیں اور پھر اس سے پہلے کہ نمبر تو ٹریگر دیا تا جوابی کی لات حرکت میں آئی۔
اور دیوالور نمبر تو کے ہاتھ سے اڑا ہوا اس کے عین درمیان میں جا بڑا۔

دیوالور ہاتھ سے نکلتے ہی نمبر تو دیوالور کی جانب لپکا لیکن اب جوابی اسے
اتنی ہمدت کہاں دیتی اور دوسرے ہی لمحے وہ ارتقی ہوئی نمبر تو پر جا بڑی اور نمبر تو
نکھڑا کر زمین پر جا بڑا۔ جوابی بھی اس کے ساتھ ہی زمین پر گر گئی اور گرتے ہی

وہ ایک بار پھر اچھلی اور سیڈی دیوالور پر جا بڑی۔ دوسرے ہی لمحے دیوالور جوابی
کے ہاتھ میں تھا۔

فرق ہوئی اٹھا جو میں نے ٹرنگر دیا وہاں گول ٹھیک اس کی آنکھوں کے درمیان
 پڑی اور نمبر نو پنج بھی نہ سکا اور دو کھڑا کر زمین پر گرا اور بسے جس حرکت ہو گئی
 جو لیا تیزی سے اس کی جانب بڑھی اور پھر تیزی سے اس کے پیڑ سے اتارنے لگی
 اور پھر اس نے اپنے لباس کے اوپر فریڈ کا لباس پہننا شروع کر دیا۔ لباس گودار
 کے جسم پر ڈھلا ہوا تھا، لیکن نیچے اس کا اپنا لباس پہننے کی جڑ سے کسی حد تک
 فٹ آئیہ نمبر نو کا لقب بھی اس نے پہن لیا۔ اب وہ نمبر نو کا روپ دھار چکی تھی
 بائیں ہین کروہ کھسکے سے باہر بھی اور داہری ہین آگئی۔

یہ ایک طویل داہری تھی، وہ داہری ہین داہیں طرف مڑ گئی۔ وہ باور اس نے
 پہنوں کی جیب میں ڈال لیا تھا۔ داہری کا ایک نمبر مڑتے ہی وہ اس کھسکے میں
 آگئی جس میں سیڑھیاں اوپر جا رہی تھیں۔ وہاں اسے ایک محافظ ملا جو چوہا کو
 دیکھتے ہی اس نے نمو بانہ انداز میں سر جھکا دیا جو لیا تھی اوسٹ سراجا چالی پینٹ
 ہوئی سیڑھیاں ملے کسے لگی۔ اس کے قدموں میں پھرتی تھی۔ اسے علم تھا کہ وہ
 بھی محافظوں سے انگر خود سے اسے دیکھ لیا تو وہ چپک کر لی جاتے گی۔ اور چپک
 ہونے سے پہلے وہ عمارت سے نکل جانا چاہتی تھی۔

باس کا یہ فقرہ اس کے ذہن میں گونگا رہا تھا کہ اسے تہ خانہ میں سے جا کر گلا
 مار دو۔ چنانچہ اس فقرے کی بنا پر وہ سیڑھیاں چڑھتی چلی گئی۔ وہ سیڑھیاں ہی
 ایک کھسکے میں جا کر ختم ہوئیں۔ اب وہ ایک اور داہری ہین میں تھی۔ داہری ہین وہاں
 بائیں کھسکے میں ہوتے تھے وہ سیدھی پینٹی میں لگی۔ سامنے ایک دروازہ تھا۔
 دروازہ کھول کر جب وہ باہر نکلی تو وہ عمارت کے کپڑے میں تھی۔ یہ ایک عظیم الشان
 عمارت تھی۔ کیا ڈھمکیاں میں خائے نہیں گن رہا رہا محافظ پہرہ جسے سبھے تھے۔ سامنے
 عمارت کا مین گیٹ نظر آ رہا تھا۔

یہ شکر تھا کہ اس وقت اندھیرا چھا چکا تھا۔
 جو لیا کو برآمدے میں دیکھتی تھی ایک محافظ تیزی سے اس کی طرف لپکا اور
 چوہا کا دل بے اختیار دھڑکنے لگا۔ اسے خدشہ ہوا کہ وہ چپک کر لڑائی میں ہو
 گئے محافظ اس کے قریب آکر نمو بانہ انداز میں ٹھیک گیا تو اس کے دل کو تسلی ہوئی۔
 اس نے بھرتے ہوئے نیچے میں اپنی آواز کو خاموش طور پر بجاری بھر کم جاتے جھٹے
 محافظ سے کہا۔

”گھاڑی لے آؤ فوراً اور یہاں تک کھنڈاؤ۔“

”بہتر سر“ محافظ نے ایک لمحے سوچ کر جواب دیا اور پھر تیزی سے بائیں
 مڑ گیا جو لیا وہیں کھڑی تھی۔ اس پر ایک ایک لمحہ گراں گزار دیا تھا۔ چند لمحوں بعد
 لپکاؤ کے بائیں طرف بنے ہوئے گیزار میں سے ایک کا دروازہ کھلا اور پھر
 بسا اور رنگ کی گاڑی نکل کر پورچ کی طرف بڑھی۔ جو لیا پورچ کے قریب ہی
 کھڑی تھی گاڑی کی اور وہ محافظ ڈرا تو لوگ سیٹ سے نیچے اترا۔ جو لیا ایک کر
 ڈرا تو لوگ سیٹ پر بیٹھی تھی۔ اس نے دہانہ بند کیا اور پھر وہ نیچے ڈاکر گیزارنگانے
 ہی والی تھی کہ اچانک اس نے عمارت سے تیز سیٹیوں کی آواز کو سنتی ہوئی تھی جو لیا
 سمجھ گئی کہ نمبر نو کی ناش تلاش کی جا چکی ہے۔ سیٹیوں کی آواز سن کر اس کے قریب

نوجوڑو محافظ بھی بڑی طرح چپک پڑا۔ دوسرے لمحے جو لیا نے گیزر بلا اور پھر کچ
 چھوڑ کر کھیلے پھر پکڑا یا ڈو جھا دیا۔ گھاڑی تیزی سے آگے دوڑی اور پھر ٹوڑ پڑتے
 ہی کو کھنی میں گونچتے ہوئے یہ محافظ اس کے کانوں تک پہنچ گئے۔

”ایک عورت نمبر نو کا لباس پہن کر فرار ہو رہی ہے۔ اسے فوراً گولی مار دو۔“
 کی بجاری بھر کم اندر غصیلے آواز سے کو کھنی گونچنے لگی۔

اور دوسرے لمحے جو لیا کی کار پر تھپتھپے سے نائنگ شورش ہو گئی۔ یہ شاید دہما

لے رہی تھی۔ کوٹھی پر اڑھیرا چھایا ہوا تھا چونکہ دروازہ پر کوٹھی کے عقب میں لڑوٹہ لگانے کی ہوا تھی اس لئے کھڑکی کی آہستہ سے کھلی چڑھائی اور پھر تیزی سے لہر ٹوکی ددی آتا کر نر زینتی جھاڑی میں چھپادی۔ اب وہ دوبارہ جوہلیکے روپ میں تھی۔

سڑک پر اسے خامی ٹیبل موسول ہو رہی تھی۔ اس نے کار کھینے کی آواز بھی سنتی تھی۔ اب وہ تیزی سے نزدیکی جھاڑیوں میں رنگ گئی اور پھر اُسے نزدیک ہی پھوٹا سا کوارٹر نظر آ گیا۔ یہ شاید چونکہ کوارٹر کا کوارٹر تھا۔ وہ سنسکتی ہوئی کوارٹر کی طرف بڑھی جیسے یہ وہ کوارٹر کے قریب پہنچی کوارٹر کا دروازہ کھلا اور پھر اس نے ایک چٹان چوکیدار کو داخل ہا تو اس میں سے اندر سے نکلے دیکھا۔ وہ جھاڑی میں ہی دیکھ گئی اور جب چونکہ دروازے کے قریب سے گزرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ تو وہ اٹھی اور پھر آہستہ سے اس کے کوارٹر میں داخل ہو گئی۔ یہ ایک کھسکے پر مشتمل کوارٹر تھا اور کمرے میں لائٹ جلی رہی تھی۔ برآمدے کے قریب سے ہی سیڑھیاں اور چھت پر جا رہی تھیں۔ جوہلیا بیٹے پاؤں سیڑھیاں چڑھتی چلی گئی۔ اور پھر سیاہ چھت تھی۔ وہ آگے بڑھی اور پھر سڑک کے قریب دو چھت پر چھت لیت گئی۔ کنگرے کی آٹھ سے وہ یا آسانی سڑک کا نظارہ کر رہی تھی۔ وہ لہر ٹوکی کا دوبا آسانی دیکھ سکتی تھی۔

سارے قریب ایک اور کوارٹر کی ہوتی تھی اور اس نے تین افراد کو ہاتھوں میں مشین گنیں بیٹے اور پھر آہستہ جلتے دیکھا۔ شاید وہ اندازہ لگا نہیں سکتے کہ وہ کہاں خائب ہو گئی ہے۔

جوہلیا بڑے اطمینان سے چھت پر بیٹھی رہی۔ چند لمحوں بعد اس نے چونکہ کوارٹر کو ان سے بات چیت کرتے دیکھا۔ پھر تھوڑی دیر بعد ان لوگوں نے مل کر آپس

محافظ تھا تو اس کے لیے کاہنے کر دیا تھا۔ مگر گویا صرف باڈی میں سوراخ کر کے اور کچھ نہ کر سکیں۔ کوارٹری سے پھاٹک کی طرف بڑھتی چلی گئی اور پھر چوہر پر دیکھ کر حیران رہ گئی کہ اوہ دگر دوسے دو جن محافظ دوڑتے ہوئے پھاٹک کے کنارے آ کر لگے اور انھوں نے اپنی مشین گنیں سیدھی کر لیں مگر جوہلیا نے اکیسیر پروری قوت سے دبا دیا اور خود اپنا سر نیچے کر لیا کہ ارکان سے نکلے ہوئے کی طرح پھاٹک کی طرف بڑی اور محافظ اسے ٹولی بخنے کی بجائے ماہرین کاہنے میں معرِف ہو گئے۔ دوسرے نے ایک ٹوننگ دھماکہ ہوا اور پھاٹک ٹوٹنے لپٹے جا پڑا۔ جوہلیا کی کار ایک زبردست جھٹکا کھا کر کوٹھی سے باہر نکل آئی اس پر چیلج سے دستور نام رنگ ہو رہی تھی کار کا پیٹل شیشہ ریزے ریزے ہو چکا تھا۔ مگر اسے کار کو کوئی ایسا نقصان نہیں پہنچا تھا جس سے کار کھینے کی سڑک پر آئے ہی اس کے ٹاپ گیر دھکا اور پھر کار نقل سپیڈ پر چھوڑا کارتھی اور خامی طاقتور تھی۔ جھارت سے نکل کر مڑنے ہی اس نے ایک نظر پر ضرور ڈالی تھی اور پھر آگے بڑھی اور گویا کھلیاں دیکھ کر اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ وقت سول لائنز میں ہے۔ کافی دور آنے کے بعد اس نے سڑک پر چڑھا ہوا گتہ آنا دیکھا۔ اسے تعجب کا خدشہ تھا اور وہ حدتہ جلدی پورا ہو گیا سے ڈنڈ اپنے پیچھے ایک گاڑی کی ہیڈ لائٹس نظر آنے لگیں جو کافی تیزی سے آ رہی تھیں قریب آئی ما رہی تھی۔ ایک چالاک جوہلیا نے ایک بائی روڈ پر پارک کر ڈی اور پھر دوسرے نے اس کے ساتھ تیزی سے بریک لگا لیا اور دروازہ کھول کر پھلانگ لگا دی اور پھر وہ دوڑتی ہوئی نکلنے کوٹھی کے پھاٹک کی طرف بڑھی اسے پھاٹک کی ذیلی کھڑکی کھلی نظر آئی تھی۔ دوسرے نے وہ کھڑکی پھاٹک کر کھس گئی اور اس کے کھڑکی اندر سے بند کرنی کھڑکی سے لگی ہوئی وہ تیز تر

یہ کوئی بات کی اور چہرہ سب دونوں کا دروں میں سوار ہو گئے اور کالیک اور کوزہ آگے بڑھ گئے۔

جوں کانی دور تک ان دونوں کا دروں کو جاسٹے ڈھکتی رہی اور پھر بڑے آرام سے اس نے ہیٹ کا کنارہ پکڑ کر اپنا جسم نیچے لٹکا یا اور چھلانگ لگا دی۔ ایک بلکا سا دھماکہ ہوا اور اب وہ متحرک پرنسٹی۔ نیچے گرتے ہی وہ تیزی سے اٹھی اور پھر قریب ہی ایک درخت کی اڑت میں ہو گئی۔

چند لمحوں تک سانس برابر کرنے کے بعد وہ درخت کی اوٹ سے نکلا اور پھر سامنے کی دو کوشیوں کے درمیان راستے پر چل دی وہ متحرک کے لئے اس لیے نہ گئی کہ کہیں آتاقب کرنے والے آگے جا کر نہ رک گئے ہوں اور ان کا پروگرام یہ نہ ہو کہ ان کو جاتا دیکھ کر وہ اپنی پناہ گاہ سے نکلے اور وہ اسے ٹھہرا کر رہیں۔

تخلف کوٹھیلوں کے پیچھے سے نکلتی ہوئی وہ ایک ٹریننگ سے بھر پور ریزرک پر جا پہنچی۔ جلد ہی اسے ایک خالی ٹیکسی مل گئی۔

”کنگ ہوش چلو، اس نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا۔ اور ٹیکسی چل دی۔

جوں ایسا اس لیے اپنے فیٹ پر نہ گئی تھی کہ وہ جانتی تھی کہ مجرم اب آل کے فیٹ کی ٹھکانا کر سگے۔ کنگ ہوش میں ایک شٹو کی طرف سے ایک کمرہ جھنڈے کے لیے بک رہتا تھا۔ جس کی چابی ایک مخصوص کوڈ بتلا کر حاصل کیا جاسکتی تھی۔ یہ کمرہ اس لیے تھا کہ فوری پناہ کے لیے کام چلے سکے جو اپنا کوٹوشی تھی کہ وہ اپنے ہی زور پر پھر بولوں کے مہم کو اڑنے سے نکل آئے یہ کاپی ہو گئی تھی۔ اور واقعی یہ ایک قابل فخر کارنامہ تھا۔

یہ دن دارالحکومت کی تاریخ میں بدترین دن ثابت ہوا۔ پراسرار طریقے سے دارالحکومت میں موجود افراد پر ایسی اور شٹو کی کا دورہ پڑا تھا۔ ہر شخص ایسا محسوس کر رہا تھا جیسے اس کا سر پر ایک ڈاؤن ہو گیا ہو۔

بے شمار کاروں، لمبوں، رکشہ اور دیگر مشینیں سواروں کے ڈنٹ ہوتے۔ لوگ ڈباہتے کیوں بری طرح خوف زدہ ہو گئے ہر شخص نامعلوم خوف میں مبتلا تھا۔ بے سزا سے بے سزا اور سے حیرت سے بھی لوگ بری طرح خوف زدہ تھے۔ اور اس کو ردی شٹو کی میں غم بہ غم امانت ہو رہا تھا۔

پھر دوپہر کے بعد تو بے شمار لوگوں کے شہرت خوف رٹ نیل ہو گئے۔ ہر شخص انتہائی طور پر خوفزدہ تھا۔ مگر ہر شخص نے مختلف نوعیت کا تھا۔ اپنی اپنی طبیعت کے مطابق لوگ الٹی

پڑھائی اور پڑھائی سے لے کر چوٹی تک سے مزوزادہ تھے۔ بیچارے لوگ گھروں سے باہر نکل آئے کیونکہ بھتے یاد پورا کرنے کا خوف ان پر طاری تھا۔

بچوں اور افراد شہری کی وجہ سے تمام دارالحکومت کا نظام یکسوئی اور ہم ہر ہو گیا۔ سارا دن یہی حالت رہی لیکن جیسے ہی صبح ہوئی، فزوب ہوا آہستہ آہستہ خوف کے یہ جذبات ختم ہو گئے۔ اور پھر رات گئے لوگ نارمل پوزیشن میں آ گئے۔ مگر اس دن لاکھوں آدمی افزوقی اور خوف ایکسٹرنٹ کے ہاتھوں ہلاک ہو چکے تھے۔ پورا شہر ایک ماتم خانے میں تبدیل ہو چکا تھا۔

ریڈیو سے لوگوں کو حوصلہ نہانے کی تلقین کی جا رہی تھی۔ ایسا تھا بورد تھا آج کے دن سورج نے روشنی کے ساتھ ساتھ خوف اور بڑی کی بھی بارش کر دی ہو۔

پھر دوسرے شہروں سے اعداد و طلب کی گئی اور پولیس اور کاروں نے ہلاک شدہ اور زخمی افراد کو راستوں اور سڑکوں سے اٹھا کر مردہ خانوں اور سپتاتوں میں پہنچانا شروع کر دیا۔ لوگ اب اس بات پر بھی خوف زدہ تھے کہ کہیں جگہ کا دن بھی حال سے کہ نہ طلوع ہو۔ شہر میں چیمبرگزیوں اور اوقاہوں کا طوفان آیا ہوا تھا۔

ہر شخص ایک نئے رنگ سے اس مسئلے پر متذووم کر رہا تھا جاہل لوگ اسے عذاب خداوندی سے تعبیر کر رہے تھے۔ جبکہ تعلیم یافتہ افراد اس کے سائنسی اور عقلی وجوہ تلاش کر رہے تھے۔ لیکن

اس کی بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیونکہ ایسے حالات آتے کس نے نہیں دیکھے تو کہا سنے تک نہیں تھے۔ طلب اور میڈیکل کی کتابوں میں ایسی کسی دبا کا ذکر تک نہیں تھا۔ اور پیکروں سے مسلسل لوگوں کو پرسکون اور بے خوف رہنے کی تلقین کی جا رہی تھی۔ چنانچہ کافی رات گئے شہر کی صفات در سے پرسکون ہو گئی۔

پولیس اور دیگر حکام مسلسل شہر میں گشت کر رہے تھے۔ یہ ایک خطرناک ترین بحران تھا۔ میں نے پورے دارالحکومت کی بڑوں تک کو بلا دیا تھا۔ ایک ایسا مسئلہ تھو لائیں نظر آ رہا تھا۔

”عز اس سے پہلے تو تم نے کبھی ایسی بزدلی کی باتیں نہیں کہیں۔“
 ٹائیسکو نے بڑی سنجیدگی سے سوال کیا

”اس میں بزدلی کی کیا بات ہے۔ جان بڑا ایک کو پیاری ہوتی ہے
 ہم کو فی قربانی کے بجائے خود سے ہیں کہ اپنے سے پانچ گنا طاقتور
 دشمن کے سامنے آجائیں۔ اور وہ ہمیں جھڑبھڑوں کی طرح لڑک کرے
 کرنل اعظم نے جواب دیا۔“

”لیکن اس کے پہلے ایک جنگ تم اس دشمن کے خلاف لڑ چکے
 ہو اور تم اور تمہارے ساتھیوں نے اپنے سے پانچ گنا دشمن کے
 چھکے چڑا دیے تھے۔“
 ٹائیسکو نے دلیل دی۔

”جہاں وہ کیسے دن تھے۔ شاید ہم پاگل تھے۔ جس نفلد گائیڈ
 لیا گیا تھا۔ ایک نفلد جہڑ ہم میں پیدا کر کے ہمیں دشمن سے لڑا گیا
 بہر حال اب میرا تو جی چاہتا ہے کہ فوج کی لاکڑی چھوڑ دو۔۔۔۔“
 ”پنسا رہی کی دوکان گھول لوں۔“ ٹائیسکو نے غصیلے لہجے میں اس
 کا فقرہ کاٹ کر کہا۔
 اور کرنل اعظم مجرب سا ہو گیا۔

”تہاڑ سے اندر یہ جہڑ کب پیدا ہوا ہے کہ تم دشمن کے سامنے
 مین سو۔“ ٹائیسکو نے پوچھا۔
 ”چند دن پہلے تو ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ ہم نے کبھی اس پہلو پر
 سوچا ہی نہ تھا۔ عز اب پوری چھاڑنی اسی پہلو پر سوچ رہی ہے۔“
 کرنل اعظم نے جواب دیا۔

ٹائیسکو اپنے دوست اعظم کے پاس جیسا گفتگو میں معروف تھا
 اس کا یہ دوست فوج میں کرنل کے عہدے پر فائز تھا۔ اس سے پہلے
 بھی ٹائیسکو کی اس سے کئی بار فوجی زندگی کے بارے میں گفتگو ہو چکی
 تھی اور اس نے کرنل اعظم کو ہمیشہ پر جوش اور بہادر پایا تھا۔ اس نے
 اکثر عموماً کہا تھا کہ کرنل اعظم دشمن کا سر کھینے کیلئے ہر وقت تیار رہتا تھا۔
 مگر آج تو دنیا ہی بدلی ہوئی تھی کرنل اعظم اس کے سامنے ایک
 خوف زدہ اور بزدل لاکڑی کے روپ میں تھا۔

پہلے پہل تو اسے اپنے کانوں پر یقین نہ آیا لیکن جب اس نے
 کرنل اعظم کو سنجیدہ پایا تو وہ خود بھی اس بات پر اتہا پائی سنجیدگی سے
 سمجھنے لگا۔
 کرنل اعظم اب جنگ سے خوفزدہ تھا۔ دوسرے نفلوں میں کرنا
 احکم موت سے خائف تھا اور یہ ٹائیسکو کے لئے عجیب بات تھی۔

”اگر میں یہ کہوں کہ تمہاری یہ سوزن غلط ہے تو تمہارا کیا جواب ہو گا؟“
ٹائیسگر نے سوال کیا۔

”میں یہ کہوں گا کہ تم غلط سوزن رہے ہو۔“

کرئل اعظم نے بغیر جھجک کے جواب دیا۔

”چھاننی میں ہونے والا کوئی خاص واقعہ جو اس مسئلے پر روشنی ڈال سکے۔“ ٹائیسگر نے سوال کیا۔

کرئل اعظم چند لمحوں تک سوچتا رہا۔ پھر اس نے دائرہ کھینک پانچ کا واقعہ اسے بتلایا۔

ٹائیسگر یہ واقعہ سن کر اچھل پڑا۔

”کرئل اعظم! میں تمہیں ایک مشورہ دوں۔ آج سے تم پانی ابال کر پیتا۔ میرا اندازہ ہے کہ پانی میں کچھ ملا گیا ہے۔ جس کے یہ نتائج تم پر مرتب ہو چکے ہیں۔“ ٹائیسگر نے جواب دیا۔

”نہیں۔۔۔ پانی بالکل ٹھیک ہے۔ اسی منٹے کے تحت پانی کا تجربہ کیا گیا مگر اس میں کسی چیز کی ملاوت نہیں پائی گئی۔“ کرئل اعظم نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ تم ایسا کرو کر پانی کی ایک بوتل مجھے لا دو۔ میں اپنے طور پر اس کا کیمیائی تجزیہ کر اؤں گا۔“ ٹائیسگر نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

”چھوڑو دوست کس چیز میں پڑ گئے ہو۔ مجھے کوئی بیماری تو نہیں لگ گئی کہ پانی میں اس کے جراثیم ہوں گے۔“ کرئل اعظم نے بات ٹالتے ہوئے کہا۔

”چھوڑو دوست کس چیز میں پڑ گئے ہو۔ مجھے کوئی بیماری تو نہیں لگ گئی کہ پانی میں اس کے جراثیم ہوں گے۔“ کرئل اعظم نے بات ٹالتے ہوئے کہا۔

”چھوڑو دوست کس چیز میں پڑ گئے ہو۔ مجھے کوئی بیماری تو نہیں لگ گئی کہ پانی میں اس کے جراثیم ہوں گے۔“ کرئل اعظم نے بات ٹالتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔۔۔ تم مجھے پانی کی ایک بوتل لا دو۔“ ٹائیسگر نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔

”ابھی اگر تم بند ہو تو میں لا دیتا ہوں۔“ کرئل اعظم نے اٹھتے ہوئے کہا۔

اور پھر چند لمحے بعد کرئل اعظم اندر سے پانی کی ایک بوتل لے آئے۔

”یہ لاؤ اور اپنے تجربے کے نتائج سے مجھے بھی آگاہ کرنا۔“ کرئل اعظم نے کہتے ہوئے کہا جیسے وہ ٹائیسگر کا مذاق اڑا رہا ہو۔

”اچھا۔۔۔ مجھے اجازت دیجئے۔ میں پھر جاننے ہوں گا۔“ ٹائیسگر نے پانی کی بوتل اٹھاتے ہوئے کہا۔

”اد کے۔۔۔ خلاصاً ناظر۔“ کرئل اعظم نے کہا۔

اور پھر ٹائیسگر بوتل ہاتھ میں پکڑے ان کے کایٹیج سے باہر آ گیا۔

اس نے پانی کی بوتل اپنے موٹر سائیکل کے پیچھے منگے ہوئے جینے میں ڈالی اور پھر موٹر سائیکل سے کر سیدھا شہر کی طرف چل دیا۔

شہر میں داخل ہوتے ہی اسے اچانک ڈاکٹر کے چہرے کا نظیا آ گیا چنانچہ اس نے موٹر سائیکل کا رخ سرگھر روڈ کی طرف موڑ دیا۔

میلہ ہی وہ ڈاکٹر خانہ در شہید کے مطلب کے قریب پہنچ چکا تھا۔

اس نے موٹر سائیکل سینڈ کی اور پھر دکان کے اندر داخل ہو گیا۔

ساتھ ہی پھر اسی سٹول پر بیٹھا تھا۔ ٹائیسگر کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

”ڈاکٹر صاحب! میں۔۔۔ ٹائیسگر نے پوچھا۔

”نہیں۔۔۔ وہ آج صبح سے مطلب ہی نہیں آئے۔“ چچر اسی

”جی نہیں۔ اور تو ایسی کوئی بات نہیں۔ میں یہی ایک بات تھی جس کا تعلق اس دوکان سے نہیں تھا۔

”ڈاکٹر صاحب کی رہائش کہاں ہے؟“ ٹامیسگر نے سوال کیا۔
 ”مجھے علم نہیں اور نہ ہی ڈاکٹر صاحب نے کبھی بتلایا ہے۔“ چڑاسی نے جواب دیا۔

”ہر نہیہ۔“ ٹامیسگر چند لمحے سوچتا رہا اور اس نے پھر عجیب میں ہاتھ ڈال کر چند نوٹ نکالے اور چڑاسی کے ہاتھ میں تمہا کر دوکان سے باہر نکل آیا۔
 وہ جلد از جلد پورٹ عمان کو پہنچانا چاہتا تھا۔

نے کہا۔

”ہو نہیہ۔۔۔۔۔ تم نے مطلب کی کوئی بات سنی؟“ ٹامیسگر نے مسکراتے ہوئے چڑاسی سے پوچھا۔ اور پہلے تو چڑاسی نے خوشامد سے دانت نکال دیئے اور پھر ٹامیسگر کے چہرے پر سختی کے آثار دیکھ کر سنجیدہ ہو گیا۔

”جناب۔۔۔۔۔ محل ڈاکٹر صاحب کسی کو خون کر رہے تھے۔ اس میں سبھی ایک بات میرے خیال میں آپ کے مطلب کی ہو سکتی ہے۔“ چڑاسی اس کا کوئی ہوشیار ہو چکا تھا۔

”بتلاؤ۔۔۔۔۔ مگر ڈاکٹر صاحب۔۔۔۔۔ میرے پاس وقت بہت کم ہے۔“ ٹامیسگر نے سروٹھے میں کہا۔

”ڈاکٹر صاحب کہہ رہے تھے کہ کل دارالحکومت پر قبضہ کرنا ہے۔ شدید ترین خوف کا تجربہ۔۔۔۔۔ اور اس سلسلے میں ڈاکٹر صاحب مرکزی دارالاسلامی ٹیمنگ کے متعلق بھی بات کر رہے تھے۔ چڑاسی نے اسے بتلایا۔

ٹامیسگر اس کی اطلاع پر چونک چڑا۔ چند لمحوں تک وہ سوچتا رہا پھر اس نے بتلایا۔

”وہ کسی کو کہہ رہے تھے یا کسی کے جواب میں گفتگو کر رہے تھے۔“
 ”نہیں جناب۔۔۔۔۔ کسی کے جواب میں بات کر رہے تھے۔“
 کوئی پاس ہے۔ اس سے گفتگو کر رہے تھے۔“ چڑاسی نے جواب دیا۔

”اور پھر۔۔۔۔۔ ٹامیسگر نے پوچھا۔

برگوش۔ فرجوں نے اسلمہ ہاتھ میں لینے سے انکار کر دیا۔ اسلمہ کو دیکھتے ہی نوحہ سے ان کے لینے بھرتے لگ جاتے تھے صرف ایک دن میں کاٹھنکے پاس ہزاروں انیسڑ اور سیاہیوں کے اسٹیفے بیچ گئے۔ وہ سب لوگ فرج کی ڈگری پھوڑا چاہتے تھے۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ شہر میں زبردست بھڑان کے باوجود فرج کو غلبہ نہیں کیا یا گیا تھا۔ کیونکہ فرجیوں کی اپنی حالت بھی شہر میں سے کم نہیں تھی۔

انہر سہم کی کریس اس تمام واقعہ کی کوئی نہ کوئی وجہ تو فرجوں ہی۔ اگر سہم نے فرجی طور پر پائس کا ہمدانک ذکیا تو پورا ملک تباہ ہو جائے گا۔ صدر مملکت نے جھٹلا کر جواب دیا۔ تمام ممبران خاندانش ہو گئے۔ آخر صدر مملکت نے ایکسٹری طرف دیکھی، مشر ایس ڈی آپ کی کیا رائے ہے، صدر مملکت اب براہ راست ایکس ڈو

سے مخاطب ہوئے جواب تک خاموش بیٹھا تمام ممبران کی باتیں سن رہا تھا۔ میں ڈاکٹر انور کی رائے سننا چاہتا ہوں، ایکس ڈو نے ڈاکٹر انور کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، صدر مملکت صرف ایک فطری جذبہ ہے جو ہرگز ذہنیت ہر انسان میں پایا جاتا ہے۔ یہ کوئی ایسی بیماری نہیں جسے کسی بھی ذہن سے پیدا کیا جاسکے۔ یہ ایک فطری امر ہے۔ آج کے بھڑان اور فرجی چھانڈے کے متعلق رپورٹ سننے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ براہ راست رپورٹیں ہمارے شہر میں اور فرجیوں میں فون کا جذبہ باہمی شدت پر پہنچ گیا ہے۔ اس کی وجوہات کیا ہے۔ یہ نہی سائیکولوجی بتا سکتی ہے اور نہ ہی میٹرکل سائنس۔ صرف میرا ایک اندازہ ہے۔ اور وہ یہ کہ دارالحکومت کی آب و ہوا میں اچانک کوئی ایسی تبدیلی آئی ہے یا پیدا کر دی گئی ہے جس کے نتیجے میں یہ حالات سامنے آئے ہیں۔ مگر اس تبدیلی کا کون سا جگہ یا چند گھنٹوں یا چند دنوں میں ممکن نہیں اس کے لیے باقاعدہ طور پر تحقیقات کی جائیں۔ ڈاکٹر انور نے انجیل سے اپنی رائے بتلائی اور پھر بیٹھ گئے۔

اعلیٰ حکام کی بڑی میٹنگ ایوان صدر میں جاری تھی۔ عمران بھی بطور ایکٹیو میٹنگ میں شامل تھا۔ صدر مملکت خود اس میٹنگ کی صدارت کر رہے تھے۔ میٹنگ میں آج کے بھڑان پر گرامر بحث جاری تھی اس میٹنگ میں ملک کے سرکردہ سیکرٹران بھی شامل تھے اور ملک کا سب سے بڑا سائیکلا مشن ڈاکٹر انور بھی میٹنگ میں شامل تھا۔ لیکن کوئی شخص کسی نتیجے تک نہیں پہنچ رہا تھا۔ اصل میٹنگ میں ان کی کھڑے باہر تھا۔ وزیر دفاع نے چھانڈی میں دائرہ تکلیف پلانٹ میں چمکنے والے واقعے سے بھی باقی بھڑان کو آگاہ کیا۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ بتایا کہ اس واقعے کے ہونے ہی پانی کی سپلائی روک دی گئی اور پھر پانی کا عطری لینا بڑی میں اچھی طرح تجربہ کیا گیا۔ مگر کسی بھی چیز کا سراغ نہ لگا یا جاسکا۔ پانی کا نکل صاف تھا۔ اس میں کسی قسم کے جراثیم وغیرہ نہیں پائے گئے تھے چنانچہ بتاؤ وہ طور پر رپورٹ تھے پھر پانی کی سپلائی دوبارہ جاری کر دی گئی تھی۔

لیکن پانی کے سپلائی ہر کے کے ایک گھنٹے بعد چھانڈی میں بھی حالت خراب

ہو سکتا ہے ڈاکٹر افروز کو آپ دو ہوا میں دانستہ طور پر تبدیلی پیدا کرنی
 گئی ہے۔
 انہیں ٹوٹے سوال کیا۔

• میں جناب میرے خیال میں یہ ممکن ہے۔ ڈاکٹر افروز نے جواب دیا۔
 • کیوں؟ جب آپ اپنے آپ کو کسی دوسری شخصیت کے روپ میں تبدیل کر سکتے
 ہیں تو آپ دو ہوا میں تبدیلی کیوں نہیں ہو سکتی؟ ایکسٹو نے پراسرار طریقے میں کہا اور
 دوسرے نے اس نے روبرو اعلان کر ڈاکٹر افروز برتان لیا۔
 تمام مہربرت زدہ ہو گئے۔ ڈاکٹر افروز بول کھلا کر کھڑا ہو گیا۔
 • خبردار ڈاکٹر افروز اگر آپ نے مولوی سی جی حرکت کی تو میرا دل اور خاموش
 نہیں رہے گا۔ ایس ٹوٹے جیسے کی طرح سزا دے رہے کہا۔
 اور پھر اس کے اشارے پر سیکورٹی گارڈ نے ڈاکٹر افروز کو گھیر لیا۔
 • کیا بات ہے سزا ایکسٹو یہ آپ کیا کہتے ہیں ڈاکٹر افروز ہمارے ملک کے پانڈ
 اور قابل فرسٹ سائیکولوجسٹ ہیں؟ صدر مملکت نے میں حیرت بھرتے پیٹھے میں کہا۔
 • جی ہاں میں تسلیم کرتا ہوں۔ مگر یہ ڈاکٹر افروز نہیں ہیں بلکہ ڈاکٹر افروز کے روپ
 میں غریبوں کا آدمی ہے۔ ایکسٹو نے جواب دیا۔

اور اس کے اس انکشاف پر تمام مہربرت سے اچھل پڑھے۔
 • اس کا میک اپ صاف کیا جائے؟
 ایکسٹو نے سیکورٹی گارڈ کے ایک افسر سے کہا۔
 اسی نے ڈاکٹر افروز کے چہرے پر قشعہ کے آثار نمایاں ہوئے اور پھر اس
 کی حالت بد کرنے لگی۔

• تم لوگ قیامت تک نہیں سمجھ سکتے کہ تمہارے سامنے کیا حضور ہوئے واللہ ہے

اس نے ایک ایک جگہ کر کہا۔

• ڈاکٹر افروز کہاں ہیں؟

ایکسٹو نے اس کے قریب آکر سخت پیٹھے میں پوچھا۔

• اسے میں نے مار دیا ہے اور اس کی لاشیں گٹر میں بہا دی تھی اس نے
 جواب دیا۔

اور پھر اس کا سر ڈھک گیا۔ وہ نغمہ جو چکا تھا۔ اور اس کے منہ کا رنگ
 سیلا ہو چکا تھا۔

• زہر ہلا کیسوں؟

ایکسٹو نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

• یہ کیسے مرا؟

• صدر مملکت نے ایکسٹو کو بڑبڑاتے ہوئے دیکھا اور پوچھا۔

• اس نے مستوفی عدالت کے خول میں زہر ہلا کیسوں چھپا رکھا تھا۔

• وہ نقل کیا؟

ایکسٹو نے جواب دیا۔

اور پھر اس کے اشارے پر اس کی لاش سیکورٹی گارڈ اٹھا کر کمر سے باہر
 لے گئی۔ ہر شخص کی حیرت اور حجب سے انہیں چھٹی ہوئی تھیں۔

• اس کا مطلب یہ کہ ریکورڈ ہاتھ مارنے کے تحت پیدا کیا گیا ہے؟

• سردمان نے سب سے پہلے خاموشی کا جلسہ توڑا۔

• جی ہاں سربراہان اب آپ صحیح نتیجہ پر پہنچے۔ یہ دراصل ہمارے ملک کے خلاف

ایک جھپٹا ملک سازش ہے۔ دشمن اس دنگو ایکٹ سے روپ میں ملنے لگے ہیں۔

اس نے ڈر دنگے سے کہا ہے اور۔۔۔ ہی اقتصادی ریکورڈ پیدا کیا ہے اس دفعہ دشمن

نفسیاتی جنگ لڑ رہا ہے۔ اور آپ دیکھیں کہ وہ اب تک بے حد کامیاب رہے۔
 جلاوسے بہادر فری اور ہمارے دلیر حرام خورنور وادار بزدل بن چکے ہیں۔ میرے
 خیال میں ہر سب کچھ ابھی خیر پاتی پاتے پر کیا جا رہا ہے۔ اب مجرموں کا نیا قدم پڑے
 ملک اور پوری افواج پر حملہ ہو گا نفسیاتی حملہ اور ہمارا یہ حال ہے کہ ہمارے سلطان
 اور ڈاکٹر ابھی تک اس کی وجہ یہ نہیں سمجھ سکے کہ یہ نفسیاتی حملہ کیسے پیدا ہوا اب
 میں آپ کو بتلانا ہوں کہ وطن کے کسی ذہین سائنس دان نے ایک ایسی دوا ایجاد کر لی
 ہے جو انسانوں کے فطری جذبات میں شدت پیدا کر دیتی ہے۔ اس دوا سے جو
 یعنی نفسیاتی دنیا میں ایک تھک چاڑھنے والی ایجاد تھی دشمنوں نے تخریبی کام لینا
 شروع کر دیا۔ اور سب توجہ اس کا پیلہ نشا نہ ہوا ملک بنا۔ میرے چند مہران کو
 سب سے پہلے پراسرار طور پر اپنا کر کے انہیں دوا کے انجیکشن دے دیے گئے۔
 مختصر یہ تھا کہ بیگنٹ مردوں آڑ سے دے آئے۔ توجہ میں بیگنٹ مردوں کے چند مہران
 اس پراسرار بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ یہی بیگنٹ مردوں کا ایک دیوانہ آنتا بزدل ہو
 گیا کہ جھپٹی سے بھی فون کا نہ لگا۔ پھر اس کا دوسرا تجربہ فوجی چھانڈنی پر کیا گیا
 اور اب اس کا تجربہ ہندسے دارا حکومت پر کیا گیا ہے۔ اگر ہرم فوری طور پر کڑے
 نہ گئے تو ان کا آئندہ اقدام کیا ہو گا۔ اس کا اندازہ آپ بہتر طور پر لگا سکتے ہیں۔
 ایکسٹرنے پوری تقریر ہی کر ڈالی۔
 مجرم کہاں ہیں اور اس بیماری کا سدباب کیسے کیا جا سکتا ہے۔ یہ مسائل
 تو ہمزاد تھے ہیں۔
 ہر سلطان نے جواب دیا۔
 «خانی طور پر مجھ اس دبا کا علاج معلوم ہو گیا ہے۔ نتیجے میں میرے لبرٹیک
 ہو گئے۔»

ایکسٹرنے پراسرار انداز میں انکشاف کیا۔
 دو ماہ کے اس انکشاف نے تمام کر یوں چونکا دیا جیسے ان کے مردوں
 باہم مگر پڑا ہو۔
 «علاج معلوم ہو گیا ہے۔ ویری لگے» سب کی زبان سے بے اختیار
 یا نکلے۔
 «خود تہلیسے وہ کیا علاج ہے آپ اب تک خاموش بیٹھے تھے» صدر مملکت
 «میرے پر جوش تھا۔
 آپ حضرات نے میری پوری بات تو سنی ہی نہیں۔ وہ علاج میں لے اپنے
 مہران پر آزما یا تو وہ بالکل ٹھیک ہو گئے۔ مگر آج کے جملوں میں میں نے وہی علاج
 بی دوسرے لوگوں پر آزما یا تو ان پر کوئی اثر نہیں ہوا»
 ایکسٹرنے اپنی بات مکمل کی اور ان کا فی کا سن کر مسرت سے کھلے ہوئے چہرے
 کھل گئے۔
 «وہ علاج کیا تھا» وزیر دفاع نے سوال کیا۔
 «لیمین سکوش» ایکسٹرنے جواب دیا۔
 اور «لیمین سکوش» کا نام سن کر سلطان چونک پڑے۔ پھر ان کے چہرے
 پر ایک سکرامنٹ ہی دوڑ گئی۔
 «لیمین سکوش» سب حیرت سے سمجھے نہ
 «جی ہاں۔ لیمین سکوش» لیمین میں سوجا دالہ» اصل اس بیماری کا علاج
 تھا۔ اور میرے مہران پر یہ تجربہ کامیاب رہا۔
 «تو پھر دوسرے لوگوں پر یہ کام کیوں رہا»
 مردمان نے حیرت سے پھر پوچھ ہیے میں پوچھا۔

اس کو جہیری نظریں یہ ہے کہ میرے مہربان پر جو دو استعمال کی گئی ہے وہ عام بشریوں پر استعمال کی جانے والی دوا سے نوعیت میں مختلف تھی۔ کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ میرے مہربان پر جو دو استعمال کی گئی تھی ان سے ان میں دو جذبات نے ایک دوسرے شدت اختیار کر لی۔ خوف اور ہزدلی۔ جب کہ بشریوں میں صرف خوف کا جذبہ شدت اختیار کر گیا۔ جو کہتا ہے کہ اس کا علاج مختلف ہو۔ ایکسٹرنل جواب دیا۔

اب جہر سے تو مزید وکیل رہا۔ صدر مملکت نے مایوسی سے کہا۔
 "ہاں ایک بات میں بتلانا چاہتا ہوں کہ فریبی چھاؤنی اور بشریوں پر جو دو استعمال کی گئی ہے۔ وہ پانی میں ملا کر دی گئی ہے۔ کیونکہ آج کے مجرمان سے پہلے میں نے ملین کو تائید کر دی تھی کہ وہ جہرکاری نملوں کا پانی پینے سے گریز کریں چنانچہ وہ منور کا یہ اداس کے علاوہ آپ دونوں نے خود محسوس کر لیا جو کہ مجھ کی کوششوں میں ان کے اپنے فریب دہن کام کو کسے ہیں وہ اس بیماری سے محفوظ رہے ہیں۔"
 ایکسٹرنل انکشاف کیا۔

مگر فریبی چھاؤنی کے پانی کا یا بارشری تجزیہ کیا گیا تو وہ بالکل صاف تھا۔ "فدیر وفاق نے اعتراض کیا۔
 منور نے بہن چیر چیر ایسی میں برہمائی تجزیے میں ظاہر نہیں ہوئی جو مملکت سے یہ بیماری بھی ایسے کسی مملوں سے پیدا کی گئی ہو۔"
 ایکسٹرنل جواب دیا۔

مگر جب یہ دوا پانی میں دہائی گئی تھی تو میرے سرورج نملوں کے بعد یہ کیروں پہلی اور سرورج مزرب ہوئے ہی اس میں کئی کیر ل آگئی۔ ایک سائنس دان نے اعتراض کیا۔

میں سائنس دان نہیں ہوں۔ یہ جہروں کی گزاردی کے بعد علم ہو گا کہ کیا کیر ل ہوا۔ یہ حال اس کی بھی کوئی وجہ ضرور ہوگی۔

"تو پھر فریبی طور پر یہ اعلان کر دیا جائے کہ لوگ سرکاری نملوں سے پانی نہ پئیں۔ فریبی طور پر مشہور اور چھاؤنی کے ڈاکٹر نملوں میں موجود تمام پانی ضائع کر دیا ہے۔ تاکہ بعد میں تازہ پانی سپلائی کیا جاسکے۔ وزیر داخلے تجزیہ پیش کی۔
 "جی ہاں یہ ضروری ہے اور دوسرا تمام ڈاکٹر نملوں اور پبلک ٹینس پر کڑی نگرانی کی جائے۔ تاکہ بعد میں بھی کوئی دشمن ان میں وہ دوا نہ ملا سکے۔" ایکسٹرنل جواب دیا۔

جہروں کا کیا ہو گا۔ صدر مملکت نے سوال کیا۔
 "کھیں چونکہ میرے فریب انٹسٹ کو سونا چا چکا ہے اس لئے ان کو گزرتہ جہیری فمرداری ہے۔ اور یہ کام آپ جھ پر جہر ڈروں۔ انشا اللہ جلد ہی میں ان کو گزرتہ کروں گا۔ میکروٹ سروس اس مسئلے میں پوری طرح سرگرم کا ہے۔ ایکسٹرنل انہیں دلا سا یا۔

"ویری گڈ سرورج ایکسٹرنل اس ملک کے لیے کتنے اہم ہیں ہمیں ہر قدم پر اس احساس ہوتا ہے۔ یہ جہادی خوش قسمتی ہے کہ آپ جیسے ذہین لوگ جہادی میں موجود ہیں۔ درود و فلاح آیت تک ہمارا اہم کیا کھتر کر چکے ہوتے۔ جلد مملکت جہداتی مہم میں کہا۔

اور وائس سپ مہربان کی نملوں میں ایکسٹرنل اور میکروٹ سروس کے لیے تعین ہ جہدات نمایاں تھے۔
 صدر مملکت نے ضروری احکام صادر کر کے کہ جہد شیعک برخواست کر دی۔

اور جو یا نے اپنے ہوش میں آنے سے لے کر ہوش لگ تک سچے سچے تک کے تمام واقعات کو دُور دُور میں بتا دئے۔

ہر چند "تم یہ کوئی پچانتی ہو۔" ایک ذیرو نے کچھ مہرتے ہوئے سوال کیا۔

"جناب میرا جہاں تک اندازہ ہے وہ سوال لاٹنری تیسری، موٹھی آڈکوٹی میں دیکھ کر ہی بتا سکتی ہوں۔ میں جلدی میں اس کا غیر ذمہ گیر چیک نہیں کر سکتی۔ جو یا نے جواب دیا۔

جو کار نے استعمال کی تھی اس کا نمبر کیا تھا۔" ایک ذیرو نے سوال کیا۔

"ان کاروں پر غیر ریٹ موجود نہیں تھی۔ جناب۔" جو یا نے جواب دیا۔

"پاس کا عدیہ تحصیل سے بناؤ۔" ایک ذیرو نے جواب دیا۔

اور جو یا نے پاس کا عدیہ پوری تفصیل سے بتا دیا۔

اجتہاد میں شہر میں کئی ٹیکل، صفدار، ڈرور کو بھیجا ہوں۔ تم لوگ اس کو سنی کا پتہ کر دو اور پھر جب تمیں اس کو سنی کے مشتق یقین ہو جائے تو مجھے

واج فرمائیں۔ یہ نکتہ کر کے مزہ چلایا لینا۔" ایک ذیرو نے جو یا سے کہا اور پھر ریسیور دکھ دیا۔

اسے جو یا نے اس فون سے بے حد خوش ہوئی تھی۔ جو یا صرف اپنی دشمنی کے اٹسے سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی۔ بلکہ اس طرح مجرموں کا پتہ لگا کر بھی نظروں میں آ گیا تھا۔ اور یہ ایک اہم انگشت تھا۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ اسے یہ بھی خیال آ رہا تھا کہ جو یا کے کامیاب قرار کے بعد مجرموں نے نتیجاً جتنی جلدی ہو سکا وہ آڈا خالی کرنے کی کوششیں ہوگی۔ بہر حال چیلنگ تو اولین فرض تھا۔

فون کی گھنٹی جیسے ہی بجی ایک ذیرو نے چنگ کو ریسیور اٹھا لیا۔

"ایکٹو۔" اس نے سپاٹ رہے میں کہا۔

"میں جو یا بولی رہی ہوں سر۔" دوسری طرف سے جو یا کی کچھ بولی آواز سنائی دی اور ایک ذیرو جو یا کی آواز سن کر چنگ کر سیدھا

ہو گیا۔

جو یا۔ تم کہاں سے بول رہی ہو۔" اس نے اپنے لیے کو سنبھالتے ہوئے پوچھا۔

"سر میں ہوش لنگ سے بول رہی ہوں اور ابھی اسی مجرموں کے پتہ لگانے سے جان بچا کر یہاں پہنچی ہوں۔" جو یا نے جواب دیا۔

"کوڑ میں تفصیل بتاؤ۔" ایک ذیرو نے سخت طعنے میں سوال کیا۔

جو سکوتا ہے۔ مجرم اپنی طاقت کے ذمہ میں ابھی تک دو ہیں ہوں۔
 اس نے ریسور اٹھایا اور بھرا دسی بادی کیسپٹن شکل، تھوڑا اور صند کو جو ہر
 لنگ میں جویا سے ملنے کی ہدایات دیں۔

وہ اب عمران کا انتظار کرنے لگا۔ عمران ہنگامی مینٹنگ میں تھا۔ اور اس
 دو ماں بلیک زبرد اس سے لنگٹ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے اس نے انتظار
 مناسب سمجھا۔
 کچھ پانڈو منٹ بعد عمران کمرے میں داخل ہوا۔ وہ ابھی تک ایک ٹوکے
 مخصوص لباس میں تھا۔

کوئی نئی بفر بلیک زبرد عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہی سوال کیا۔
 اور بلیک زبرد نے جویا کی دی ہوئی تمام پورٹ دو ہرا دی۔

دیر ہی گڈ بلیک زبرد۔ اب جہتوں پر یقیناً ہاتھ ڈال دیں گے۔ جو لیانے
 اس دفعہ قابل فخر کارنامہ انجام دیتے۔ عمران کا چہرہ خوشی سے سرخ ہو گیا۔

اسی لمحے کمرے میں تیرہ بلیک کی آواز گونجنے لگی۔ بلیک زبرد صلیبی کی آواز سنتے ہی
 تیزی سے اٹھا اور پھر الماری میں سے ڈائمنڈ ہارنگ اور میز پر لگایا۔ صلیبی کی آواز اس میں
 سے نکل رہی تھی۔ اس نے جین دیا اور پھر پچھلے ہٹ کی کیرنگ عمران نے اسے خود بات
 کرنے کا اشارہ کیا تھا۔

تیرہ جویا سپیکٹنگ سر۔ اور دو دوسری طرف سے جویا کی آواز سنائی دی۔
 "یس جویا ایکٹو سپیکٹنگ۔ اور عمران نے بھرائے ہوئے لیے میں جواب دیا۔

سر جوئے منظور کو کھنی دھونڈی ہے۔ یہ سوال لاتسنز کی تیسری روڈ میں چوتھی کو کھنی
 ہے۔ اس کا نمبر ۱۲ ہے۔ مگر سر کو کھنی پر مکمل اندھیرا چھایا ہوا ہے اور میں غوس
 ہر کہہ جیسے کو کھنی خالی کی جا چکے ہے۔ اور عمران نے جواب دیا۔

تم لوگ وہیں ٹھہرو۔ میں عمران کو بھیج دیا ہوں۔ اور عمران نے کہا اور
 مرٹن آٹ کر کے معلقہ ختم کر دیا۔
 "میں وہاں جاتا ہوں۔ شاید کو کھنی سے ان کا کوئی مٹراخ مل جلتے۔"

وہ نے بلیک زبرد سے کہا
 اور اس نے ایک بار پھر ڈائمنڈ ہارنگ کا بیٹن آن کر دیا اور اس کی فریکوئنسی
 ریل کرنی شروع کر دی۔ پھر ایک ماہر بیٹن دیا۔ جلد ہی دوسری طرف سے ایک
 واٹ سنائی دینے لگی۔
 "ہائیکو سپیکٹنگ سر۔ اور۔"

عمران۔ اور۔ عمران نے اصل لیے میں کہا۔
 مگر لیے میں سختی نمایاں تھی۔

یس سر۔ اور۔ ہائیکو نے ٹوہا ہانڈا میں کہا۔
 "ہائیکو فوراً سوال لاتسنز کی تیسری روڈ کی چوتھی کو کھنی نمبر ۱۲"

بلیک زبرد جویا سپیکٹنگ سر۔ اور عمران نے اسے اٹھانے دینے اور پھر بیٹن دیا۔
 "اسے الماری میں رکھ دو۔" عمران نے بلیک زبرد سے کہا۔ اور پھر خود

ڈائمنڈ دوں میں لباس تبدیل کرتے چلا گیا۔

شامل ہوا تھا۔ وہیں میٹنگ میں ختم کروایا گیا اور اس طرح ہم صرف اس اس اہم میٹنگ کی کاروائی معلوم کرنے سے محروم ہو گئے۔ بلکہ ہمارا ایک فریضہ میں کا رکن بھی ختم ہو گیا۔

پھر اس میٹنگ کے بعد سرکاسٹی طور پر یہ اعلان کیا گیا کہ سرکاسٹی ٹوں کا پانی استعمال نہ کیا جائے اور اس کے ساتھ ہی مجھے رپورٹ ملی ہے کہ اسٹاک میں موجود تمام پانی ضائع کر دیا گیا ہے اور سٹورڈر صاف ٹھکے بنا پاؤں اب استعمال میں لایا جا رہا ہے دوسرے اب چھاؤٹی کے فائر پلانٹ اور شہر کے فائر سٹیشن پلانٹس پر لڑی ٹھکانی کی جارہی ہے۔ ان اقدامات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لوگ ہمارے زیادہ قریب آتے چاہتے ہیں۔ ورنہ انہیں یہ معلوم نہ ہو سکتا کہ وہ اس خرابی سے پہلے ہی اس کے علاوہ مجھے رپورٹ ملی ہے کہ عمران انڈر سیکٹ سروس کے دیگر رکن جن میں ایکشن، ٹکٹے گئے تھے۔ اب بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں اور سابقہ جیڈ کو رائٹر کے گرو انہیں دیکھا گیا ہے۔ ان میں وہ لڑکی جو لیا بھی موجود تھی۔" ہاس نے تفصیل سے تمام حالات ملتے جلتے بتائے۔

"حیرت ہے ہاس۔ وہ لوگ کس طرح صحیح ہو گئے جب کہ انہیں چاروں طاقتوں کے ایکشن ٹکٹے گئے تھے۔ ان کے ٹھیک ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

ایک نمبر سے حیرت سے پھر لہر اٹھیں گی کہا۔
"اس بات پر میں خود حیران ہوں، کہ انہوں نے ہاس کا علاج کیسے ڈھونڈ لیا اور اگر ڈھونڈ بھی لیا تھا تو پھر یہ نام شہر لیں پراسٹنٹن لوگیوں انہیں آنا پائیا اور صحابہ صرف پانی نہ پیتے بلکہ بھی کیوں محدود رکھا گیا۔" ہاس نے جواب دیا۔
"ہاس۔ وہ آسٹن کا علاج قیامت تک معلوم نہیں کر سکتے۔ ہمارے ملک کے سابق صدر جنہوں نے اس عجیب و غریب دو انوکھا کام کیا ہے وہ ساتوں کی تحقیقات

دیکھا ایک کافی بڑا بال تھا۔ جس میں صرف ایک ٹی بی میز اور اس کے گرد چار کرسیاں موجود تھیں ان کرسیوں پر چار نقاب پرکش بیٹھے تھے۔ ایک سائیڈ پر جو نقاب پرکش بیٹھا تھا اس کا نقاب سلہرا تھا۔

"گو ہم اپنے مشن میں اب تک بے حد کامیاب رہے ہیں مگر اس کے باوجود پہلے اصل اور عظیم مشن سے اجال محبت دور ہیں اور پھر سیکریٹ سروس بھی ہمارے آگے آرہی ہے۔ سیکریٹ سروس کی ایک بیڈی رکن ہے جسے انڈیا کے میڈیکل ڈیپارٹمنٹ میں نوکری کے فرائض دہنے میں کامیاب ہو گئی ہے۔ اور اس کے تجربہ میں ایسی قدری طور پر بیڈ کو رائٹر جس میں کوئی نہ پڑا۔ اور اس بیڈ کو رائٹر میں موجود تمام مشینی نظام تیار کرنا پڑ گیا۔"

دوسرا نمبر پتھری جو ڈاکٹر انوکھے ٹپ میں اٹنے حکم کی ہنگامی میٹنگ میں

کے بعد بھی اس کا توڑ ہتیس کر سکتے تو کس طرح چند ٹکٹوں میں اس کا علاقہ ڈھونڈ لیا۔۔۔۔۔ ایک اور ممبر نے کہا۔

بہر حال ترکچہ بھی ہے وہ ممبر اور عمران اب باہل ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ پاس لے کر مندر لہجے میں جواب دیا۔

”تو پھر اب آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے۔۔۔۔۔ ایک ممبر نے باس سے پوچھا۔

”میں نے اب یہ ضرور دیکھ کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ میں فوراً اپنا عظیم مشن پورا کرنے کے لئے کاڈ والی مشروٹ گروہ یعنی پاپیٹے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارا مشن مکمل ہونے سے پہلے سیکرٹ سرویس ہمارے راستے پر گم جائے۔۔۔۔۔ پاس نے جواب دیا۔

”مگر باس۔۔۔۔۔ اس عظیم مشن کو شروع کرنے کا ابھی مناسب وقت نہیں آیا، چیف ہیڈ کوارٹر کی ہدایات کے مطابق ہمیں ان چھوٹے چھوٹے تحریکات کے بعد ان سے ہدایت اپنی تیسرے پھر مشن شروع کرنا تھا۔۔۔۔۔ ایک ممبر نے کہا۔

”ہاں۔۔۔۔۔ تم ٹھیک کہتے ہو، مگر میں نے یہ کب کہا ہے کہ میں ابھی مشن شروع کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے بھی یہی کہا ہے کہ ہمیں عظیم مشن کے پورا کرنے کے لیے کاڈ والی مشروٹ گروہ یعنی پاپیٹے، کاڈ والی سے میری مراد یہی تھی کہ چیف ہیڈ کوارٹر سے ہدایت لی جائیں اور پھر مرکزی جگہ ڈھونڈنا جائے۔ جس سے ہم پورے ملک کو فوری طور پر گورڈ کر سکیں۔۔۔۔۔ پاس نے خوشگوار لہجے میں جواب دیا۔

”سُور۔۔۔۔۔ کیوں نہ تم نے انہی اہمال پوری تو سیکرٹ سرویس کی سرکوبی پر مرکوز کر دیں۔ سیکرٹ سرویس کے خاتمہ کے بعد ہم ایمان سے مناسب وقت پر اپنا مشن پیدا کر سکتے ہیں۔۔۔۔۔ ایک ممبر نے تجویز پیش کی۔

سیکرٹ سرویس کی سرکوبی بھی ہمارے مشن کا ایک اہم حصہ ہے اور اس لئے ہم نے سب سے پہلے اس ملک کے خطرناک ترین آدمی پر ہاتھ ڈال کر اسے

پس لے کر دیا تھا، اور اس آدمی یعنی عمران کے متعلق ہیڈ کوارٹر کی طرف سے خاص ہدایت بھی تھیں۔ پھر میں چند ممبران کو پاپیٹے بلا۔ جب وہ اولڈ فورٹ کی نگرانی کے لئے آئے تھے چند چھاپہ انہیں بھی انجیکشن لگا دیتے گئے، گو مشروٹ میں نتائج ہمارے حق میں تھے۔ مگر اب حیرت انگیز طور پر وہ ٹھیک ہو چکے ہیں۔۔۔۔۔ پاس نے جواب دیا۔

”عمران بخیر تو ایک اہم آدمی ہے، بچانے ہیڈ کوارٹر کی اس کاڈ سے میں اتنی سخت ہدایت کیوں نہیں۔۔۔۔۔ ایک ممبر نے ناگوار سے لہجے میں کہا۔

”تم نہیں جانتے یہ عمران کیا لڑا ہے، اس ملک کا سب سے خطرناک اڈوژین ترین آدمی جس نے سینکڑوں سازشوں کے بیچھے اڈیٹر کر رکھ دیئے، اور بڑے بڑے نامی گرامی مجرموں اور جاسوسوں کو اس ملک میں اس آدمی نے موت کے گھاٹاتگہ دیا یا وہ ناگامی کی ذلت اٹھا کر یہاں سے فرار ہونے پر مجبور ہو گئے۔۔۔۔۔

باس نے عمران کے کارناموں کی تفصیلات بتائیں۔

”تو پھر مجھ سے غلطی ہوئی۔ جب عمران ہمارے ہتھے پڑھا تھا تو اسے اسی وقت گولی مار دینی چاہیے تھی، نہ باس راجہ، نہ اشرا کا بھتی۔۔۔۔۔ اسی ممبر نے جواب دیا۔

”تم ٹھیک کہتے ہو، حقیقت یہ ایک غلطی تھی لیکن اس وقت تو اسے جرنل راجہ گئی تھی وہ موت سے بھی بدتر تھی، لیکن کے معلوم تھا کہ وہ اتنی جلدی حیرت انگیز طور پر ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔۔۔ پاس نے جواب دیا۔

”تو میرے خیال میں آپ پہلے عمران کو ختم کرنے کا پروگرام مرتب کریں اور اس کے ساتھ ہی سیکرٹ سرویس کے جو ممبر بھی ہمارا سسٹم میں آئیں انہیں فوری ہٹا کر دیا جائے۔۔۔۔۔ ایک ممبر نے تجویز پیش کی۔

”اس سلسلے میں گورنر فزڈر کو تفصیلی ہدایات سے پکا ہوں مجھے اُمید ہے کہ

وہ جلد ہی کامیاب ہو جائیں گے۔^۹ پاس نے جواب دیا۔

”پھر ٹھیک ہے کہ آپ فریقین اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے۔“
اسی مہر نے جس نے یہ بات وہی سختی مقلد بھیجی تھی جواب دیا۔

”کیوں نہ ہو کہ گوارڈ سے تفصیل ہدایات لی جائیں۔“ ایک مہر نے دلتے
دی۔

”میں نے اسی لئے آپ سب کو یہاں اکٹھا کیا ہے۔ کیونکہ میں سب کے مشورے
سے اس بات کا فیصلہ کرنا چاہتا ہوں۔“ پاس نے جواب دیا۔

”تو ٹھیک ہے، آپ ہیڈ گوارڈ سے بات کر لیں۔“ سب مہروں نے
فیصلہ کر لیا۔ اور وہ دوسرے لمحے پاس نے مینز کے کنارے لگا ہوا بین واریا۔

چند لمحوں بعد وہاں کھلا اور ایک نقاب پوش مرد وہاں انداز میں اندر داخل ہوا۔
”لاگ ویر ٹرانسمیٹر ملے آؤ۔“ پاس نے اسے حکمانہ لہجہ میں کہا۔

اور وہ آہستہ میں سر اٹھاتا ہوا واپس مڑ گیا۔ تقریباً پانچ منٹ بعد وہ واپس
آ گیا۔ اس نے کافی ٹرا ٹرانسمیٹر اٹھایا ہوا تھا۔ ٹرانسمیٹر اس نے لاگو کر دیا تو میانی میز پر

دیکھا اور پھر سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔
”تم جا سکتے ہو۔“ پاس نے اسے حکم دیا اور وہ اُسے قدموں پا پس
مڑ گیا۔

دروازہ بند ہونے کے بعد پاس نے ٹرانسمیٹر کا ایریل نکال کر منہ کیا اور پھر
ایک بین ڈاویا۔ ٹرانسمیٹر میں زندگی کے آثار پیدا ہوئے۔

پاس نے فریکوئنسی میٹ کر کے بعد ایک اور بین ڈاویا۔ بین تیتے ہی ٹرانسمیٹر
سے آداریں ابھرنے لگیں۔ ایسے محسوس ہونے لگا تھا جیسے سمندر کی لہریں ساحل سے

سر چمک رہی ہوں۔ جلد ہی شور مچا پڑا چلا گیا اور پھر اس کی بجائے ایک سخت سما
معلوم نہیں پاس۔ بہر حال مشن نمبر ون کے ڈرگٹ ٹھیک ہو چکے ہیں۔

آواز کرنے میں گوجا بھی۔

”ییس چین ہیڈ گوارڈ پر آپریشن نمبر ایمون تقریبی سپیکنگ۔۔۔ اور۔“

”ہیج دی ورلڈ نمبر ون سپیکنگ ون اینڈ چین سے بات کلاؤ۔۔۔ اور۔“
پاس نے جواب دیا۔

”آن ایمر جنسی لائن آؤ آؤ ڈیوڑی اور۔“ آپریشن سے سوال کیا۔

”ایمر جنسی لائن ہری اپ۔۔۔ اور۔“ پاس نے کھیر بھیجی تھی جواب دیا۔

اور کے ورثہ خار فرانسس۔۔۔ اور۔“ آپریشن سے جواب دیا۔ اور ایک بار
پھر ہروڈ کی آواز سن کر اس نے گوجا بھیجی تھیں۔ سب لوگ دم ساد سے بیٹھے تھے۔ جہت

نہوں نے بعد ایک آواز کرنے میں گوجا بھیجی تھی۔ جیسے چند جگہ جلی مینیاں آئیں میں ڈر پڑی ہوں؟
”بھراں میں ایک انسانی آواز چلائی۔“ ییس جیف دن اینڈ۔۔۔ اور۔“

”مشن ہیج دی ورلڈ نمبر ون سپیکنگ۔۔۔ اور۔“ پاس نے انتہائی مؤدبانہ
لہجہ میں جواب دیا۔

”ییس نمبر ون ایڈٹ لارا ایمر جنسی لائن۔۔۔ اور۔“ چین کا لہجہ انتہائی سخت تھا۔
”کمرش ون، ٹو اور تقریبی کامیابی۔۔۔ نمبر ٹو اور تقریبی چاک کر دیتے گئے۔“

مقامی ایس ایس جہاز کا راہ پر لگ گئی ہے۔ مشن نمبر ون کا علاج دریافت کر لیا گیا ہے
مشن نمبر ٹو اور تقریبی کے مسئلہ میں بیانی کی ممانعت۔ موجودہ حالات انتہائی خراب ہیں۔

ٹریٹ مشن کے لیے ہدایات دی گئیں۔۔۔ اور۔“ پاس نے مختصر مگر جامع رپورٹ
دی۔

”ہیڈ ٹوڈ نمبر ون۔۔۔ مشن نمبر ون کا کیا علاج دریافت کیا گیا ہے۔۔۔ اور۔“
چین کے بیچے میں تعجب کی جھلکیاں نمایاں تھیں۔

معلوم نہیں پاس۔ بہر حال مشن نمبر ون کے ڈرگٹ ٹھیک ہو چکے ہیں۔

ادور؟ چیت نے تیز لہجے میں کہا۔

”گروپ نمبر فورہ کو آؤر ڈرائے جا چکے ہیں۔ گریٹ مشن فوری طور پر شروع ہونا چاہیے۔
ورد حالات آستہائی عمدہ نہیں ہو سکتے ہیں۔۔۔ ادور؟ ہاس نے جواباً
”کچھ میں کہا۔

”ورٹ قادر فرانسس۔۔۔ ادور؟ چیت نے جواب دیا۔ ادور ایک ہار پھر لڑکی آئی
ٹرانسپیرٹ سے نکلنے لگیں جیسے جنگی بیڈیاں آپس میں لڑ رہی ہوں۔
چند کھول تک خاموشی رہی پھر چیت کی آواز سنائی دی۔
”او۔ کے۔۔۔ گریٹ مشن کے لیے فیصلہ کر لیا گیا ہے۔ کل آدھی رات کو گریٹ
مشن شروع کر دیا جائے۔۔۔ ادور؟“

چیت نے بھرائی بھولی آواز میں کہا۔
”او۔ کے۔۔۔ ٹھیک ہو۔ ہم قطعاً تیار ہیں۔ کل ٹھیک آدھی رات کو گریٹ
مشن شروع ہو جائے گا۔۔۔ ادور؟ ہاس نے مسرت سے بھر پور لہجے میں کہا۔
”او۔ کے۔۔۔ ہم بھی ٹھیک ہائم پمیکشن شروع کریں گے۔۔۔ ادور؟“

چیت نے جواب دیا۔
”بہتر سر۔۔۔ ہماری طرف سے کوئی کسراقی نہیں چھوڑی جائے گی۔
ادور؟ ہاس نے جواب دیا۔
”ادور ایسٹ آف برشس لوگنگ۔۔۔“ چیت نے کہا اور ہاس
کی آواز آئی بند ہو گئی۔
”ہاس نے ایک طرف لڑائی لیتے ہوئے ٹرانسمیٹر کا بین آن کر دیا۔
جان وارٹھین دوبارہ بے جان ہو گئی۔“

”ہمیں فوری طور پر گریٹ مشن کے لئے تیاریاں شروع کر دینی چاہیے۔“
ہاس نے کہا۔
”ادور پھر وہ سب سسٹمز جوڑ کر اس گریٹ مشن کی تفصیلات
طے کرنے لگے۔“

ان جلدے۔ "عمران نے کہا۔

اور پھر وہ کوچھی کے عقب کی طرف چل پڑا۔ صفحہ بھی اس کے ساتھ تھا۔ وہ
صفحہ کوچھی کی دیوار کے ساتھ چلتے چلتے مطلوبہ کوچھی کے عقب میں پہنچ گئے۔
پھر چند لمحوں تک اس عمل کا جائزہ لینے کے بعد ایک عمران اپنی جگہ سے اچھلا اور
دوسرے لمحے وہ پائیں باغ کی چھوٹی دیوار کے اوپر موجود تھا۔ پھر ایک ہلکے سے
دھماکے سے وہ اندر اتر گیا۔ صفحہ نے بھی اس کی پیروی کی۔

وہ دونوں چند لمحوں تک دیوار کے قریب دُکے رہے۔ پھر عمران دلیراد انداز
میں آگے بڑھا۔ صفحہ نے بھی اس کی پیروی کی۔ دونوں نے دیواروں ہاتھوں
میں جھانک رکھے تھے۔ کوچھی واقعی خالی ہی تھی۔ انہوں نے قدم کھرنے سے بچان مارے۔
لیکن انہیں وہاں آدمی تو ایک طرف رہا۔ فرخچہ بھی نہیں ملا۔

"کمال ہے۔ اتنی جلدی یہ کیسے یہاں سے سامان سمیٹ کر لے گئے۔"
صفحہ نے حیرت بھرے لہجے میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

پھر جو لیا کے ہاتھ سے دو تلوں سے انہوں نے تہہ خانے بھی چیک کر لیے۔
مگر تہہ خانے بھی خالی تھے۔ تہہ خانوں کے چند کمروں میں تباہی مچی ہوئی تھی۔ ایسا
محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے یہاں پرفٹ میجرز کو کوڑا مٹیٹ سے اڑا دیا گیا ہو۔
"سب کو یہیں جلاؤ۔" عمران نے صفحہ سے کہا۔

اُردو دوسرے لمحے صفحہ عمارت کے کپڑے لٹکے لٹکے کچھ جگہ کی طرف چل پڑا۔
عمران پرستور ایک تہہ خانے میں کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک پینسل تاج
تھی۔ جس کی ٹیکر مار کر دیکھیں ہیں وہ تہہ خانے کا جائزہ لے رہا تھا۔

دوسرے لمحے جو لیا، کیپٹن شکیل اور تھویر بھی صفحہ کے ہمراہ اندر آ گئے۔
"پاس کمر کوئی ساتا جو لیا۔" عمران نے سوال کیا۔

عمران نے جب اسلٹ لائنز میں تیار رہنے کی طرف توجہ دینی چھائی ہوئی تھی
اسے وہ مخصوص کوچھی دوسرے ہی نظر آ گئی۔ خاصی عالی شان کی بلڈنگ تھی۔ لیکن وہ
مکمل طور پر اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔

عمران کے قریب پہنچتے ہی ایک درخت کی اوٹ سے ایک سیہ لنگھ کر اوپر
کی طرف بڑھا۔

"عمران صاحب آپ ہیں۔" سایہ نے قریب آ کر سر کوچھی کی۔

"اوہ۔" صفحہ تمہارے عمران نے جوابی سوال کیا۔

"جی ہاں۔" باقی لوگ بھی اُدگرہ موجود ہیں۔ مگر یہ کوچھی تو خالی صدم
ہوتی ہے۔" صفحہ نے اسے کوچھی کے متعلق رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"سیرے خیال میں اندر چل کر دیکھنا چاہیے۔ شاید ان کے نئے اوٹے کا سزا

ایک حیرت کی اہتمام نہ رہی کہ سامنے کی دیوار جو ٹوٹ چکی تھی۔ میں نے ایک بڑی
صاف نظر آدمی تھی اور سڑک کے درمیان چھوٹی دین کی پٹری آگے بھاہی تھی۔
میں عمل اندھیرا تھا۔ عسکران اور اس کے ساتھی سرنگ میں بڑھے پتے گئے۔
دن کی پٹری سے فاصلہ ہوتا تھا کہ سرنگ بہت طویل ہے۔ ”عسکران نے
یاد کیا۔

قاتی دور تک چلنے کے بعد آفرائین سرنگ کا دوسرا سر نظر آ گیا۔ آگے ایک
سے سرنگ بند ہو چکی تھی۔

دیوار کے قریب پہنچ کر وہ سب ڈوک گئے۔ عسکران نے ادھر ادھر دیکھی اور
دیوار کی سائیں میں پھیل پڑنے کی مدد تھی میں ایک چھوٹا سا سرنگ بن نظر آ گیا۔
”سیار“ عسکران نے ساقیوں سے کہا اور پھر وہ بن دیا دیا۔ بننے کے
بعد دیوار بے آواز چھٹی چلی گئی۔ سامنے ایک بڑا کھوٹا تھا اور اس میں ایک چھوٹی
کار موجود تھی۔

قد مجھے خاکوش سینے کے بعد عسکران اور اس کے ساتھی اس کمرے میں داخل
ہوئے۔ عسکران ابھی بخیر دین کا کاروائی کر رہا تھا کہ ایک ان کے پیچھے والی دیوار
آواز اٹھانے میں دوبارہ پھیل گئی اور وہ سب حیران رہ گئے۔

عسکران نے ددڑ کر دیا کہ اندھروں کی جگہ دیکھنی ضرورت کی۔ وہ سب ایک کمرے
پر پہنچے تھے۔

عسکران ابھی اس محلے میں مصروف تھا کہ وہ کمرہ تیز روشنی سے منور ہو گیا۔ خود
ی ایک نوڈار آہستہ آہستہ کے کالوں کے پوسے پھاٹے تھی۔

قرن خود میرے حالی میں آہستہ سے۔ ”آہستہ کے بعد ایک بھاری بھکم
سنائی دی۔

”میرے ساتھ آئیے۔ میں دکھاتی ہوں۔“ جواہر نے جواب دیا۔

ادھر وہ چوہا کے ساتھ ساتھ اس کمرے میں پہنچ گئے۔ عسکران نے بغیر
کمرے کو دیکھا۔ کمرے میں جگہ جگہ سے چیزیں لٹائی گئی تھیں۔

”میرے خیال میں اس کوٹھی سے ضرور کوئی سرنگ کہیں نکلتی ہے۔ یہ لوگ
بعد سامان اس سرنگ سے فرار ہوئے ہیں۔ وہ اتنا سامان اگر یہ سرنگ کے ذریعہ

لے جاتے تو یقیناً نظروں میں آجاتے۔“ عسکران نے خیال پیش کیا اور باقی
سب عسکران کے دل کو بھی یہ بات لگ گئی۔

”تہہ خالی میں ایک سرنگ کا سراغ لگ جانے کا۔“ عسکران نے
ادھر پھر وہ باہر باری تمام تہہ خانے چیک کرتے تھے مگر کہیں سے بھی پاس
بات کا سراغ نہ لگا۔

آخر میں وہ ایک بڑے ہال میں پہنچے۔

ہال بڑی طرح تہا ہر جگہ تھا۔ صرف چھت سلامت تھی۔ عسکران پورچ کی طرف
میں ایک ایک کمرے کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر ایک کمرے میں وہ ایک چھوٹی سی کوسے

پٹری دیکھ کر چونک پڑا۔ اور دوسرے کمرے میں اس نے بخیر فریٹ کا جائزہ لیتا نظر آنا
کو دیا۔ بائیں سائیدگی کی دیوار کے قریب ہی اسے فریٹ پر ایسے آواز نظر آئے جن

سے صاف ظاہر تھا کہ یہاں باقاعدہ چھوٹی پٹری بھی چلتی تھی۔ اس نے ادھر ادھر
دیکھا۔ جب اسے کہیں بھی سرنگ کا سراغ نہ ملا تو اس نے عجیب ہی ہنسی اٹھائی۔

پھر سب کو ہال سے باہر نکلنے کا اشارہ کر کے وہ خود بھی ہال کے دروازے کے قریب
پہنچ گیا۔ اس نے عجیب سے ایک چھوٹی سی گیند لٹائی اور پھر اسے چوڑی قوت سے

فیرا کر بائیں دیوار پر بے لگاؤ پھینچے مٹ گیا۔ ایک جگہ اس کا ہوا اور پھر
کی دیواریں اور فریٹ سرخ کر گئے۔ جب گرد و مٹی چھٹا تو سب اندر داخل ہوئے۔

یا منظر العجائب — آزاد ما تر آؤی غائب — عمران نے ایک طویل
 مسافرت کی کہ کھڑے ہوتے ہوتے کہا اور اس کے ساتھ ہی ایک اور زوردار قہقہہ کی آواز
 سنائی دی۔ ابھی اس قہقہے کی بازگشت ختم نہیں ہوئی تھی کہ سامنے کی دیوار دونوں ساتھ لپ
 میں کھٹی چلی گئی۔ اور سامنے دس نقاب پوش ہاتھوں میں مشین گنیں لیے کھڑے نظر آئے۔
 ”ہیڈنڈ اپ۔۔۔۔۔۔“ ان میں سے ایک نے کوہا تھی ہوئی آواز میں کہا۔

اور دوسرے نے عمران اور سامتیوں نے ریڈیو ایلیکٹریک کہا تھا اٹھالیے جویا
 تو پہلے ہی خالی ہاتھ چلی، اس لیے اسے ریڈیو گرنے کی بھی تکلیف نہ ہوئی۔ مسٹر
 نقاب پوشوں نے ان کے گرد گھیر ڈالی لیا۔ اور پھر ایک نقاب پوش نے ان کی منہ
 تلاش کی اور کوئی چیز نہ پا کر انہوں نے انہیں آگے ہٹنے کا اشارہ کیا۔

عمران کی ہدایت ملنے ہی ٹائیگر فوراً سول لانڈر پہنچ گیا۔ اس نے حسد
 ہموں سیاہ سوٹ پہنا ہوا تھا اور پیروں میں کرپ سولی جوتے موجود تھے اس نے
 پہلی سے کافی دور اپنا چہرہ موڑ سائیگیں ایک گلی میں روکا اور پھر بڑے محتاط انداز
 میں کوئٹی کی طرف بڑھا اس کی نظریں سرخ کاسٹ کی طرح چاندوں طرف گردش
 کر رہی تھیں۔ اسے اچھی طرح علم تھا کہ کوئٹی کے گرد دیکر مشہوروں کے نمبر چھینے
 ہوتے ہیں۔ اور اس نے جرئت پر اپنے آپ کو میروں کی تیز نظروں سے بھاننا تھا۔
 روزنوں کی آڑ لیتا ہوا وہ کوئٹی سے کافی فاصلے پر جا کر کھ گیا اس کی چھٹی حس نظر سے
 کواٹلی کر رہی تھی۔ اسے ایک عجیب سا احساس ہوا تھا جیسے خطرہ بالکل اس کے
 قریب ہو۔ وہ چیسکی کی طرح درخت کے تنے سے چبٹ گیا اور پھر ایسا کس اس کے
 کالوں میں ایک جگہ کی سرگرمی کی آواز ابھری اور اس نے کان کھڑے کر رکھے۔ اب اس

دماغ پر سے کچھ گیا کہ یہ شخص سیکرٹسروں کے مہربان کے متعلق رپورٹ دے رہا ہے۔ اسی وقت است عمران غفلت آ گیا اور پھر اس نے ایک سائے کو عمران کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا اور پھر وہ دو وزوں چھتے ہوئے کوئی کے عقب کی طرف چلے گئے۔

”سراک جرت اشیر بات عمران بالکل ٹھیک ہے وہ ابھی اسی دماغ پہنچا ہے اور اب ایک پہلے سے سو بڑھتے ہیں کے ساتھ دوڑیں کوئی کے عقب کی طرف چلے گئے ہیں۔ اور یہ، ورت پر سر بر آدی نے رپورٹ دی۔“

”و بالکل سر بھی یقین ہے کہ وہ عمران سے اور بالکل صحت مند ہے اور وہ ٹائیکو نے ایک سے لے کر سو جا کہ اس آدمی کو فوری طور پر ٹریپ کر کے بڑھان کی رپورٹ دے رہا ہے لیکن پھر وہ کسی ہیڈ کن ٹیم پر پہنچنے کے لئے رک گیا۔ اسے معلوم تھا کہ عمران قرنوالہ نہیں بڑھوں آسانی سے چھو جا سکے۔“

پھر اس نے کوئی کے ایک ٹکٹ مچاناک سے ایک سائے کو باہر آتے دیکھا اور اس وقت، تو کی آواز نفا میں گونجی۔ یہ لہنا اس سائے کے حلق سے نکلی تھی۔ آواز کھلتے تھا اس نے نہیں سالیوں کو تلفت لگا ہوں سے کل کر کو کھلی کی طرف بڑھتے دیکھا اور پھر وہ سر پہ کوئی میں غائب ہو گئے۔

وہ سب اندھ پلے گئے ہیں سرورہ شاید تہہ خالوں کی چیکنگ کر رہے ہیں اور، ٹرانسپیر پر رپورٹ بنا کر، جادی تھی۔ کافی ریر خا کوشی رہی کیونکہ عمران اور دیگر مہربان تو کوئی کے اندر جا کر غائب ہی ہو گئے تھے۔ ٹائیکو کو غصہ پیدا ہو گیا کہ کہیں وہ ٹریپ نہ کر لئے گئے ہوں لیکن وہ اس وجہ سے خاموش رہا کہ عمران اور اس کے ساتھی ٹریپ کر لئے جاتے تو لہنا یا اس آدمی کو رپورٹ مل جاتی۔ اپنا پاک اسے کوئی کے اندر سے ایک پہلے دھماکے کی آواز سنائی دی۔ وہاں تہہ تہہ ہی آواز اس کے کانوں سے ٹھکانا اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے کوئی کے اندر

کی تمام تر توجہ اسی آواز کی طرف تھی۔ وہ سر سے لے کر اسے دوبارہ آواز سنائی دی۔ اور اب وہ اس کا مزاج معلوم کر چکا تھا۔ اس سے تین ورت چھوڑنے کے وقت کے اوپر سے اسے آواز آئی تھی گو درختوں کا درمیانی ٹانگہ کافی زیادہ تھا لیکن اس کے سانس کان پھر بھی دہی ہوئی سرگوشی کی آواز پر کھڑک گئے۔ ایک بار جب اس نے مزاج کا اندازہ کر لیا تو توجہ وہ انتہائی تڑپا انداز میں قدم بہ قدم ریگٹن ہوا اسی ورت کی طرف بڑھا۔ جلد ہی وہ اسی ورت کے تنے سے لپٹا ہوا کھڑا ہوا۔ اب اسے آواز صاف سنائی دے رہی تھی اس نے آہستہ سے مڑا تھا کہ اوپر دیکھا چند لمحوں تک ٹوڑتے دیکھنے پر اس نے گھٹے ورت کی شاخوں کے درمیان پٹھے جوئے ایک انسانی سائے کو چیک کر لیا۔ اس کی آنکھیں گہرے اندھیرے میں دیکھنے کی، کوئی ٹانگی ہو گئی تھی چنانچہ اس نے اچھی طرح سائے کا جائزہ لے لیا وہ سیر آنکھوں سے شاید ناشٹ میلی سر پہ لگائے کوئی کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا آگ کھڑا ہوا تھا۔ اور وہ مسل دہی دہی سرگوشیوں میں کسی کو رپورٹ دے رہا تھا۔

”یہیں سر! چار آدمی کوئی کے گرد متعلقہ گاؤں پر چھپے ہوئے ہیں وہ مجھے کوئی نظر آ رہے ہیں اور“ سائیکس کی رپورٹ دے رہا تھا۔

”ان میں ایک تو وہی لٹکا ہے جو جیڈ گارڈ سے فرار ہوئی تھی اور سر دو آدمی ہیں یہیں جنہیں ایک گمشدہ لگانے گئے تھے۔ تیسرا کوئی نیا آدمی ہے۔ اور“

”و جی ہاں وہ فی الحال صرف عمرانی کر رہے ہیں۔ انہیں شاید کسی کا منتقل کرے۔“

اور

”جی ہاں سر! مجھے یقین ہے وہ دو وزوں بالکل صحت چالاک ہیں۔ حالانکہ اس نے ورت سنان کی حالت ابتر مہربان چاہیے۔“

جس طاقت کا ہم مارا ہو، اس کے بعد چرکونی ویرنا موشی غاری رہیں پھر اچانک اسے آواز آئی۔

”یہ سزا وہ وہیں گڈ ٹریننگ سٹراب ہا سے گریٹ مشین میں کوئی رکاوٹ نہیں رہی اور“ سانس نے جواب دیا۔ اس کے واڑ ستر سے لبریز تھی۔

”بہتر نہیں ابھی پہنچنا ہوں سر اور دریا نکال“ سانس نے کہا اور پھر اس نے آلو جیب میں رکھ کر اسٹیشن ٹیلی سکوپ آنکھوں سے دیکھ کر کہے اسے گلے میں نکال لیا۔ ٹیکر اب چونکا ہو گیا تھا۔ سانس کی آواز اور بالوں سے اسے اچھی طرح انداز ہو گیا تھا کہ مرن اور اس کے دیگر ساتھی ٹرپ کر رہے تھے ہیں اور وہ کسی گریٹ مشین کو پورا کرنا چاہتے ہیں۔ پھر سانس سے وضاحت سے اتنا ہوا نظر آیا دیکھو وہ بڑے متناظر انداز میں بچے آ رہا تھا، پھر جیسے ہی وہ تنے کے قریب پہنچا اس نے نیچے چھلانگ لگا دی لیکن ابھی وہ سٹیلے جی نہ پایا تھا کہ جھٹکنا ٹیکر نے اچھل کر پوری قوت سے اس کی کمر پر لات رسید کی اور وہ قابو بازیوں کھاتا ہوا دور جا گیا۔

”غیر وہ اگر حرکت کی یا آواز نکالی تو ڈھیر کر دوں گا۔“ ٹائیکر نے مزاح سے ہرے کے ہا ب اس کے ہاتھ میں سائیکسٹر چڑھا ہوا دیو اور موجود تھا۔ سائیکر ایک طاقت ور نوجوان تھا انتہائی چہرے سے اچھا کھڑا ہوا ٹائیکر نے اس کے پیچھے پڑو اور کئی نالی رکھ دی تھی مگر دوسرے ملے سانس نے ایک عجیب حرکت کی وہ انتہائی چہرے سے کام کر گیا اس نے ایک ہاتھ تو نالی پر رکھ کر اسے نیچے جھکا دیا تھا اور اچھل کر ایک مہر پور گرتا ٹیکر کی ناک پر ماری تھی۔ ٹائیکر کو اس چہرے اور مہیب داد کی توقع ہی نہیں تھی اس لئے وہ دہشت کے بل زمین پر گر گیا اور جھٹکے لہنے سے دیو اور اس کے ہاتھ سے کھل گیا تھا اس کی ناک پر شہ

ہوٹ آئی تھی لیکن مقابل کی اس حرکت سے ٹائیکر کے ذہن میں غصے کی آندھلیں اٹھائیں۔ گو اس کی ناک پر شدید چوٹ آئی تھی مگر وہ دوسرے لئے زخمی سانپ کی طرح بل کھاتا ہوا اٹھا اور نوجوان جو اسے فلائنگ گلاب لگا اچا پٹا تھا نشانہ چوکنے کی وجہ سے زمین پر گر گیا اور دوسرے ملے ٹائیکر نے اس کو دو ذہن نامتوں پر یوں اٹھا لیا جیسے بچہ کسی کھلونے کو اٹھاتا ہے۔ اور دوسرے ہی ملے اس نے اسے مرے بند کر کے پوری قوت سے زمین پر دے مارا۔ نوجوان کے حلق سے ایک کو بل چرچ مچل گئی اور پھر وہ بس حرکت ہو گیا۔ ٹائیکر نے جنوں کے عالم میں اسے ایک بار پھر اٹھا لیا مگر پھر اچانک اسے ایک نیبال آیا اور اس نے اسے پھینکنے کی بجائے آگ سے لٹا دیا۔ وہ نوجوان ہوش میں نہ تھا۔ ٹائیکر نے ایک ہاتھ سے اس کی ناک بند کی اور دوسرے ہاتھ سے ایک زوردار تھپڑ اس کے چہرے پر چڑوایا اور پھر ناک پھوڑ دی۔ نتیجہ حسب توقع رہا۔ نوجوان فرار پوزیشن میں آ گیا۔

”نوجوان اگر ابھی جگہ سے بٹے تو اس ہانگروں توڑ دوں گا۔“ ٹائیکر نے زخمی پھینکنے کی طرح فراتے ہوئے کہا انداز اس کے ساتھ ہی اس نے اپنی تھیلی کو سیدھے رٹ میں رکھتے ہوئے اس کے چہرے کے سامنے تان دیا۔ نوجوان شاید ٹائیکر کے بلجوسے ہی مر رہا ہو گیا یا شاید ٹائیکر کی کمری میں قبیل کا ٹوٹ متا کیو کہ اسے اچھی طرح علم تھا کہ اگر ٹائیکر نے ایک جھٹکے سے ہاتھ مار دیا تو یقیناً گمروں کی ٹوسے میں کوئی گم نہیں رہے گی۔

”تم کوئن ہوا اور کہا چاہتے ہو؟“ نوجوان نے پھینسی پھینسی آواز میں سوال کیا۔ ”میں بس اتنا جانتا ہوں کہ تمہے جس دھرتی بڑے ر ہوا جرم میں پڑھیں اس کا بیج جواب دو۔“ ٹائیکر نے اسے دھمکتے ہوئے کہا۔

” تم کیا پوچھنا چاہتے ہو؟“ نوجوان نے حواس مجتمع کرتے ہوئے سوال کیا اسی وقت ٹائیکٹر کو خیال آیا کہ وہ سڑک کے قعر بہہ ہیں۔ کسی بھی شے کو ٹی کار یا راگبیر — گزرتے ہوئے انہیں چپک کر سکتا ہے چنانچہ اس نے فریضہ کیا اور پھر دوسرے لمحے اس کا اتوار ایک بھنگے سے نیچے آیا۔ لیکن اب وہ شاید اپنا رادہ بدل چکا تھا۔ ٹائیکٹر نے نوجوان کی کینٹی بری منب لگائی تھی۔ منب کافی پھر لوہر پڑی اور پھر لگا تا رہنے والی دو ضربوں نے نوجوان کو ایک بار پھر بے ہوشی کا سرچوں میں دھکیل دیا۔ ٹائیکٹر اس کے بے ہوش ہوجانے کا اطمینان کر کے اٹھ کر بھاگا۔ اس نے پہلے تو اپنا ریلو اور اسٹاکر بیب میں ڈالا اور پھر اس نے چھک کر بے ہوش نوجوان کو اٹھا کر کاغذ سے پر لاد لیا اب وہ تیزی سے اپنی موٹر سائیکل کی طرف بڑھ رہا تھا۔

چند لمحوں بعد اس کی موٹر سائیکل تیز رفتاری سے گلیں میں بھاگ رہی تھی۔ اس نے بے ہوش نوجوان کو آگے پڑھلے ٹھیکر پر لٹا رکھا تھا گو اس طرح اسے موٹر سائیکل چلانے میں کوئی وقت کا سامنا ہو رہا تھا مگر بہر حال وہ آگے بڑھ رہا تھا۔

عسکران کو ایک کسے میں بند کیا گیا تھا۔ دس مشین گنوں کے سامنے وہ بے بس تھا۔ اس لیے وہنا موٹرز رہا۔ اگر تھبے میں ایک دو مشین گنیں ہوتیں تو شاید وہ کوشش بھی کرتا مگر دس مشین گنوں سے مسلح آدمیوں سے ٹکر لینا تو صرف بھانڈا تھی اور عمران کم از کم زندگی کے کسی لمحے میں خودکشی کے لیے تیار نہیں ہو سکتا تھا۔ دو دنوں بعد ہونے کے بعد اس نے کمرے کا جائزہ لیا لیکن ٹھوس اور سپاٹ دیواریں اس کا منہ چڑا رہی تھیں۔ اس نے ایک لمحے کے لیے صرچا اور پھر اس نے ہاتھ سے گھڑی اتاری اور اس کا ڈنڈا میں جھینج لیا۔ گھڑی کے ڈائل پر ایک سرخ لفظ لکھنے لگا۔ چند ہی لمحوں بعد وہ لفظ سبز رنگ میں تبدیل ہو گیا۔

” مہوٹا ٹیکٹر میں عمران بول رہا ہوں اور یہ عمران نے سرگوشی کے سے انداز میں کہا۔“
 ” میں سرس ٹائیکٹر بول رہا ہوں۔ ہمیشہ پاس آپ کے بیس اہم جہر ہے اور یہ“



مائیگر کی ہلکی سی آواز اس کے کانوں سے گزرائی۔

”تفصیل تھلاؤ اور ہاں! عمران نے سخت بیچے میں پوچھا۔

”سر جب آپ اور دیگر غمراہ کو کھٹی میں داخل ہوئے تو مجرموں کا ایک آدمی کافی دور سے آپ کی نقل و حرکت چیک کر رہا تھا اور مزاحیہ طور پر رپورٹ دینا شروع کر رہا تھا جس نے اُسے ٹریپ کیا اور پھر بے پرواہی سے اسی کا نام گام پر سے آیا۔ کافی قسمتی کے بعد جب اُس نے وہ زمانہ نکھولی تو مجبوراً مجھے اُسے سینا نماز کرنا پڑا اور تب تمام تفصیلات سامنے آئیں۔

وہ مجرم تنظیم کا ایک اہم رکن ہے اُس کا فریضہ یہ ہے۔ اس کی ذہنی بہت چلنے سے کہ وہ اسے حکم کے خلاف ایک بھی حکم سناؤں گی کھٹی ہے۔

ہمارے ہمسایہ ملک کے سائنسدانوں نے ایک معمول ایجاد کر لیا جو جسم میں داخل ہونے کے بعد مدغ کے ان گہرے مراکز پر اثر انداز ہو گا ہے۔ جہاں جذبات کے

خلیات موجود ہیں خاص طور پر خوف اور بزدلی دونوں جذبول پر وہ زیادہ تیزی اور پائیداری سے اثر انداز ہوتا ہے۔ نتیجے میں جذبات کو شدید تر جبکہ ہوتی ہے ان جذبولوں کی شدت ہے۔ متباہرہ جاتی ہے اس کو دشمنوں نے ہمارے خلاف برستے گا پڑھو گا

بنا یا۔ چنانچہ یہاں اس کے تجربات کئے گئے۔ جو خاصے کامیاب تھے اور کل آدمی رات کو ان کا عمل میں شروع ہو رہا ہے۔ پروگرام ہے کہ اس معمول کو جسے

لگا تاہر تجزیوں کے بعد سفوف کی شکل میں تبدیل کر لیا گیا ہے۔ اس کی کافی سے زیادہ مقدار جو اس میں شامل کر دی جائے گی اور پھر جب یہ سفوف جو اس میں مل کر جب

انسانی مسائل کے ساتھ جسموں میں پیچھے گا تو ان کا وہی نتیجہ برآورد ہو گا جو معمولی کھٹاف۔ چونکہ معمول کی نسبت سفوف کے ذرات کم طاقت رکھتے ہیں اس لیے یہ آسانی سے

میں زیادہ اثر انداز ہوں گے۔ جبکہ پیچھے سے ہی ان جذبولوں کو متحرک کر سکیں جو اس

یہ عام بیٹک اور فوجیوں پر استعمال کیا گیا ہے کے پانی کے ذریعے چنانچہ اب یہ سفوف صرف ہاوی بیٹک اور فوجیوں پر اثر انداز ہو گا اور جانے دلی اور جانساز

حوالہ اور فوجی انتہائی خوف زدہ اور متباہرہ رہے کہ نرڈل بن جائیں گے اور پھر خود ہی ہسٹیا ملک جس کی تمام افواج سرحد پر پہنچ چکی ہیں ہمارے ملک پر حملہ کرنے

گی۔ اس کا نتیجہ جو کہ وہ ظاہر ہے جو ان کا جلال ہے جن میں وہ پختہ فصد کامیاب ہو چکے ہیں اب کل آدمی رات کو جلال پر عمل ہو گا اور ہاں بیٹک نے انتہائی تفصیلی

رپورٹ دیا اور عمران پر رپورٹ میں کر جرت میں دنگ وہ گیا اتنی خطرناک سارا سن کو سن کا تصور ہی ذکر کر سکتا تھا۔ اس کے ملک میں تقریباً کامیاب ہو چکی تھی ایک ایسی سازش جو اس کے ملک کو ناکر کے رکھے تھی۔ اس کو دماغ میں جو گیا۔

کیا وہ رکن آتا ہی اہم ہے کہ اسے تمام تفصیلات کا بخوبی علم ہے اور وہ عمران کیچھ سوچتے ہوئے سوال کیا۔

”جی ہاں سر وہ سب سب جہاں میں سے ایک ہے۔ اور وہ ٹائیٹو نے جواب دیا۔
”تو پھر اس سے عمران جیسا معمولی کام ہوں لیا گیا۔ اور ہاں عمران نے مشکوک

بیچے میں سوال کیا۔
”یہی سوال میں نے اس سے کیا تھا اس کا جواب تھا کہ خودی طور کو کھٹی نہالی کئے اور تمام مسلمانوں کے جلنے کے لیے تمام کارکنوں کو استعمال کیا جا رہا تھا۔ چنانچہ عمران

کا کام رضا کا ذہن طور لینے دوسرے لیا تھا۔ اور ہاں بیٹک نے جواب دیا۔
”بزنس، عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ تم فوراً غیرت کا ٹیکہ آپ کے

یہاں پیچھا اور مجھے مشکلی کوشش کرو۔ ٹیکہ آپ کا مسلمان ساتھ لیتے آنا۔ یہ کام طویل ہونا چاہیے۔ اور وہ عمران نے اُسے جواب دیا۔

بزنس سر اور وہ ٹائیٹو نے جواب دیا۔

اور سنو فوراً فریڈنس فریڈنس ہارٹھ سکس ایٹ پر کال کر کے میری طرف سے
اطلاع دو۔ اپنا نام بتا دینا کہ فوراً اس میڈیکو لارڈز کا فوجی محاصرہ کر دیا جائے اور
ساتھ ہی اس کو بھی کا بھی جواب عالی ہو چکی ہے۔ لیکن فی الحال ذرا صبر کرو اور
عمران نے اسے جیک زوری کی مجلسوں فریڈنس بتاتے ہوئے کہا۔
"اگر سر یہ مائیگر نے جواب دیا۔

تم میرے پاس جلدی پہنچو اور رائیڈ آئی۔ عمران نے جواب دیا اور پھر ڈیڑھ
دبا کر الیہ ختم کر دیا۔
اس کے چہرے پر اتنی عسوس و سنجیدگی پھیلی ہوئی تھی، شاید وہ زندگی میں اس
سے پہلے کبھی اتنا زیادہ سنجیدہ نہیں ہوا ہوگا۔

اچانک دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور پھر ایک آدمی تیزی سے اندر داخل
ہوا اس کے چہرے پر ہراس مائل آؤ تھی تھیں۔
باس غضب ہو گیا، فوج نے میڈیکو لارڈز کا محاصرہ کر لیا ہے ایک چوڑی میز کے
پہلے بیٹھے گئے آدمی سے کہا، اور اس کے الفاظ سن کر باس حیرت سے اچھل پڑا۔
"یہ کیسے ہوا؟ وہ انتظامی طور پر آئے کھڑا ہوا۔

باس شاید ملانا ڈاکٹر گیتہ آئے والے نے خوف زدہ بیٹھے میں جواب دیا۔
باس تیزی سے اٹھ کر کمرے کے کونے کی طرف بڑھا، اس سے وہاں پر موجود
ایک دیوہیل مشین کا میں دبا دیا، مشین پر گئی بڑی سی سکریں، دیشن ہو گئی۔
اور پھر تیزی سے ناب گھما گیا، سکریں پر کوئی سے باہر کو منظر بھرتا چلا گیا، ساتھی
نوجوانوں نے کوئی ٹوٹ کر کہا تھا، وہ ناب گھما گیا اور منظر تیزی سے تبدیل ہوتے

• اسے گولی اردو، وہاں نے چھینے ہوئے شین گن سے مسلح افراد کو حکم دیا اور
شین گن برادری نے شین کا بیج اس کا طرف کیا۔

• اس لیے ایک شخص بھاگتا ہوا ہاں آیا۔

• ہاں ہم پر ہوائی حملہ ہونے والا ہے، مبارک جہاز کو بھی پر چکر لگا رہے ہیں؟ اس
نے سخت خوفزدہ لہجے میں جواب دیا اور نکلے کا منہ کر رہا تھا۔

• "باہر چلو اسے اسی بند کر دو،" ہاں نے حکم دیا اور وہ تباہی مگرے سے نکل گیا۔
تلف کمزوں میں پہلی کی طرح دوڑتا ہوا وہ ایک کھستے میں پہنچا، اس نے سورج کو دوڑ

رنگا ہوا ایک منہ دیا یا اور پھر فرش کا ایک کونہ سمٹ گیا۔ وہ وہاں بیٹھ گیا۔
بہتری سے بیچے اترتا چلا گیا، جلد ہی وہ ایک بڑے ہال میں بیٹھ گیا۔ جس میں ایک

مافی بڑی شین موجود تھی جس کی ایک نالی چھت سے نکل کر اوپر چلی گئی تھی۔

ہال میں موجود تمام افراد ہاں کو یوں ادا کیا اور داخل ہوتے ہی کچھ کھرا گئے۔
"معدی کرو شین چلاؤ۔ گریٹ مشن فوراً شروع کر دو۔ جلدی کرو۔" ہاں نے

نیتے ہوئے کہا۔

اس کا حکم ملنے ہی ایک سوی نے شین کی بائیں سائڈ پر لگا ہوا ایک بڑا سا
بزنڈل نیچے کر دیا۔ شین میں ایک نذر دار گڑا گڑا ہٹ کی آواز بھی اور شین کے ٹھکان

پر لگے سوتے جب بہتری سے جلتے کھینے گئے اور ایک سوئی تیزی سے بائیں طرف
بھاگنے لگی۔

• اور سپید تیز کر۔ نل چارنگ کر دو،" ہاں نے غیر مطمئن لہجے میں کہا اور ایک
دی نے دوسرا بزنڈل دیا دیا۔ شین کی گڑا گڑا ہٹ میں گڑا گڑا اضافہ ہو گیا۔ بلب

اور تیزی سے جلتے کھینے گئے۔

اور پھر سوئی تیزی سے دوڑتی ہوئی آخری ہند سے پڑھنے لگا۔

پہلے گئے کوٹھی کے باہر ہر سو سکریں پڑا یا جو تمام فوجیوں کے گھیرے میں تھا۔
ہاں نے ایک ٹھوٹور فوجیوں کو دیکھا اور پھر شین دیا کر شین آف کر دی۔

چہرہ تیزی سے کھستے سے باہر نکلا، "بیسٹے ساتھ آؤ۔" اس کو جوان سے کا
مختلف راہروں سے گزرتا ہوا وہ ایک کمرے کے سامنے رک گیا اس کے ساتھ

اب چند مسلح افراد بھی شامل ہو گئے تھے۔ یہ دروازہ کھولا۔ اس نے اطلاع دینے
والے کو جوان سے کہا۔ "جوان سے ایک آدمی کو اشارہ کیا اور اس نے شین گن کا

بٹ مار کر تالا توڑ دیا اور پھر دروازہ کھول کر وہ سب اندر داخل ہو گئے۔
سامنے چار پائی پر عمران بیٹھا ہوا تھا۔

• "کھڑے ہو جاؤ عمران،" ہاں نے سختے سے چہینے ہوئے کہا اور عمران الینا
سے اٹھ کھڑا ہوا۔

• "کیا بات ہے،" عمران نے بڑے الینا سے سوال کیا۔

• "جلدی بند، فوج کو اس میڈیکل وارڈ کا کیسے پتہ چلا،" ہاں نے چھینے ہوئے کہا۔
"کس فوج کو اور کون سے پتہ کو اور کب؟" عمران نے جواب دیا اس سے پہلے

کہ ہاں کوئی جواب دیتا وہ اچانک چمک پڑا اسے عمران کی گردن پر کار کے قریب
ایک موٹا نل نظر آیا تھا۔

• "تم کون ہو اور عمران کہاں ہے؟" ہاں نے تقریباً دعاڑتے ہوئے پوچھا۔
"میں عمران ہوں اور تمہارے سامنے کھڑا ہوں،" عمران نے سکھاتے ہوئے

جواب دیا۔

• "مش آپ۔ تم عمران نہیں اس کے ایک آپ میں کوئی اور ہو عمران کی گردن
پر نل نہیں ہے، بلکہ تو ہی گردن پر نل ہو جودے،" ہاں نے سختے سے سیاہ چہینے

ہوئے کہا اور اس مرتبہ چہینے کی باری عمران کی تھی۔

آتشا ہی میٹر میں اور پھر کچا جگ کرو یہ بائیس سٹے آں مرتبہ تونے مطمئن رہے ہیں کہا اور پھر وہ نظر کرتے تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا سیر صوبوں کی طرف بڑھا۔

مختلف کھول سے بڑھتا ہوا اور دوبارہ پہلے واسے کمرے میں آیا۔ اس نے کمرے کی والی مشین کا ٹین دیکھا اور تاب گھما، شروع کیا اور پھر کمرے پر نظر پھیر آیا، کوٹھی کا مہاروہ کرنے والی فوج کے سبھی انتہائی خوف زدہ تھے۔ خوف کی وجہ سے ان کی آنکھیں پھٹ رہی تھیں۔ باقی شہری ٹینیں اس طرح پاگلوں کی طرح جھاگ سے تھے جیسے ان پر موت چھٹ رہی ہو۔

”بھرا رہا زخمی جاگنے لگے۔“

اور بائیس نے زور مار کر زہریلا قبضہ لگاتے ہوئے مشین کا ٹین آف کر دیا۔ پھر وہ تیزی سے مڑا اور اس نے ایک ٹھاری کھول کر اس میں سر سے بڑھائی اور ٹرانسمیٹر اٹھا کر اور اسے نیز پر رکھ کر اس کا ٹین دبا دیا، بلکہ ہی رابطہ مل گیا۔

”چینج دی ورد لڈ ٹرین ان اسپیکنگ اینڈ چیسی فوراً چیف سے بات کرنا تو کوشا ایڑھیں اور بائیس نے چینجا شروع کر دیا۔

”ہولڈ پینز اور یہ دوسری طرف سے آپریشن نے جواب دیا۔ ویسے ہاس کے لیے سے وہ بھی گھبرا گیا تھا۔ پھر ایک لمحے بعد جھلی بیولہ کے اڑنے کی آواز آئی۔

”ہیں اور پھر چیف کی آواز ابھر آئی۔

”میس چیف سپیکنگ رپورٹ اور ”چیف کے لیے میں تیزی آتی۔

”چیف میں نمبروں فول رہے ہوں گریٹ مشن وقت سے پہلے مکمل کرنا پڑا۔

آپ فوراً اپنی کارروائی شروع کریں۔ اور ”گھنٹے بائیس نے پریشان

ہیچے میں تڑپ دیا۔

”وجہ بیان کر دو۔ اور ”چیف کے لیے میں درندوں کی سی غزابت تھی۔

اور پھر بائیس نے تمام وجوہات تفصیل سے بتا دیں۔

او۔ کے۔ ہم فوراً کارروائی شروع کرنا چاہتے ہیں گو یہ گزار غلط ہوئی ہے مگر

ایڑھیں۔ اور ”چیف نے شاید فقرہ مکمل کرنا وقت ضائع کرنے کے

لہذا فہم کیا۔

اور پھر رابطہ ختم ہو گیا چیف کو شاید سبلی میں اور اور انڈیاں کہنا ہی بھول گیا۔

بائیس چند لمحے انتظار کر رہا، پھر اس کے ٹین دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔

”میں سلطان بول رہا ہوں — تم کون ہو، عمران یا طاہر، طارق
بتاؤ۔“ سرسلطان کے بچے میں شدید ترین گھبراہٹ کے آثار تھے۔
”میں طاہر بول رہا ہوں جناب۔“ طاہر ان کے بچے سے گھبرا گیا۔
”عمران کہاں ہے اسے جلد ہی بلاؤ۔“ پورے ملک کا نظام
درہم برہم ہو چکا ہے۔ فوجوں اور عوام میں بڑی کاجذبہ
پوری شدت پر پہنچ چکا ہے۔ ادھر دشمن ملک نے حملہ کر دیا ہے اور
وہ تیزی سے آگے بڑھتے چلے آ رہے ہیں۔ ہماری فوج مقابلے کی
جگہ سے جا نہیں بچا کر جھاگ رہی ہے۔ جلد ہی عمران....“
سرسلطان تقریباً درجنوں کے قریب ہو گئے۔

بیک ذریعہ ویرانہ و وحشت ناک خبریں کراہنے لگے۔ کسی تو سن ہو
کر رہ گیا۔

پھر اس نے ریسپور میز پر بیٹھا اور اندھا دھند لیبارٹری کی طرف
بھاگا۔ بدحواسی کی وجہ سے وہ درمیان میں کسی بار دروازوں اور صوفوں
سے ٹکرا گیا مگر جلد ہی دوبارہ لڑائی کے دروازے پر پہنچ گیا۔

لیبارٹری کا دروازہ بند تھا۔ اس نے سبھی اشارہ دیا تو اسے پرسکے
در پہلے آسنے والی شیٹروں کا دل نے ناظر بند کر رکھا تھا۔ وہ اب کیا جا رہا ہے اسے شروع کر دیتے۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ دروازہ کھٹاڑ
دیتا تو اسے ہال میں آگے کے پاس اور کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ کچھ بیک دے۔ ایک جنون کا عالم اس پر طاری تھا۔ دوسرے نے
عمران نے لیبارٹری میں آگے کے ڈسٹرب کرنے کی سطح سے نمائند
کر دی تھی۔

فران کی گھنٹی ایک بار بج رہی تھی۔ اس نے جھنجھلا کر ریسپور اٹھایا
”ایکسٹریٹنگ۔“ اس نے مخصوص بیچے میں کہا۔
شہرت سے بچنے ہوئے کہا۔

عمران نے ٹائیکر کو اپنے میک اپ میں چھوڑ کر خود فریٹائی کے
میک اپ میں باہر نکل آیا۔ اور اس کی خوش قسمتی سے کسی نے ملے
باہر راستے دیکھ کر پوچھ گچھ نہیں کی۔

عمران وہاں سے سیدھا دانش منزل آیا اور تب سے اب تک
وہ دانش منزل میں موجود اپنی مخصوص لیبارٹری میں لگسا ہوا تھا۔
ادھر بیک ذریعہ کا سرسلطان اور براہ راست صدر مملکت کے پہلے
در پہلے آسنے والی شیٹروں کا دل نے ناظر بند کر رکھا تھا۔ وہ اب کیا جا رہا ہے اسے شروع کر دیتے۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ دروازہ کھٹاڑ
دیتا تو اسے ہال میں آگے کے پاس اور کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ کچھ بیک دے۔ ایک جنون کا عالم اس پر طاری تھا۔ دوسرے نے
عمران نے لیبارٹری میں آگے کے ڈسٹرب کرنے کی سطح سے نمائند
کر دی تھی۔

فران کی گھنٹی ایک بار بج رہی تھی۔ اس نے جھنجھلا کر ریسپور اٹھایا
”ایکسٹریٹنگ۔“ اس نے مخصوص بیچے میں کہا۔

”عمران صاحب۔۔۔۔۔ فاضل ہو گیا۔۔۔۔۔ انہوں نے گریٹ مشن مکمل کر لیا۔ فون اور عوام شدت غرت سے پاگل ہو گئے ہیں، دشمن نے حملہ بھی کر دیا ہے اور دو تیزی سے ایڈوانس کرنا چاہا کرتا ہے۔ فوجی مقابلے کی بجائے جہاگ رہتے ہیں۔۔۔۔۔ سر سلطان بات کرنا چاہتے ہیں، بلیک زبر نے شات جہا بات سے ہانپتے ہوئے کہا۔ اور پرسن گرا بیک لمحے کے لئے عمران کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔ پھر وہ تیزی سے مڑا اور ایک میز کی طرف بڑھا۔ لیبارٹری کی میزوں پر مجسمہ بولیں بکھری پڑی تھیں۔ ایک افرائڈی کا عالم تھا۔

عمران نے جھپٹ کر میز پر پڑی ہوئی ایک بڑی سی بوتل اٹھائی اور پھر لیبارٹری گئے دروازے کی طرف بھاگا۔ وہ مخصوص کمرے سے ہوتا ہوا دوسرے کمرے میں آیا اور پھر وہ ایک بھی جنت میں تین تین میٹر سیٹھیاں چڑھتا ہوا اکیلا ونڈ کی طرف جا رہا تھا۔

”عمران صاحب۔۔۔۔۔ فون ا بلیک زبر نے پیچ کر اسے فون کی طرف متوجہ کرنا چاہا۔

”شٹ اپ۔۔۔۔۔ ریڈیو می فون“ عمران نے بھاگتے ہوئے پیچ کر اسے ڈانٹ۔۔۔۔۔ غصے کی شدت سے اس کی آواز چھٹ کر رہ گئی۔ اور وہ میڑھیاں پھلانگتے ہوئے بلیک زبر کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

کیپٹن نے شکیل، تنویر، مصدق اور جوہا پاروں ایک ہڈ سے کمرے میں بندھے۔ انہیں وہاں بند ہوئے خاصا وقت ہو گیا تھا اور ایک بار انہیں وہاں بند کر کے کسی نے مڑ کر ان کی خبر نہیں لی تھی۔ انہوں نے وہاں سے آزاد ہونے کی بے حد کوشش کی، بے شمار تجویزیں سرچیں لیکن کمرے کا اکلوتا کمر مضبوط دروازہ ان کی راہ میں دیوار چین بنا ہوا تھا۔

تھک بار کر رہ بیٹھ گئے

رات گزارنے کے بعد تقریباً آٹھ سے زیادہ دن گزر چکا تھا کہ پہلی بار ان کا دروازہ کھلا اور دس مشین گن بردار اندر داخل ہوئے۔ مشین گن برداروں نے عجیب و غریب لباس پہنا ہوا تھا، وہ سب غلط خورن کے لباس میں تھے۔ ان کی پشت پر بڑے بڑے آگین سنڈرھی موجود تھے۔ انہوں نے ان پاروں کو گھیر لیا اور پھر

انہیں اشارے سے باہر پھینک کے لئے کہا۔ وہ دس مشین گنوں کے سامنے بے بس تھے۔ چنانچہ سوائے حکم کی تعمیل کرنے کے اور چارہ ہی نہ تھا۔

صافت کردن سے ہوتے بھئے وہ ایک لفٹ کے سامنے ہا کورک گئے۔ مشین گن برداروں کے ساتھ وہ لفٹ میں سوار ہو گئے۔ اور جب لفٹ اڑکی تو وہ عمارت کی چھت پر موجود تھے۔

یہ عمارت چار منزلیں تھی اور چوتھی منزل کی چھت پر وہ اس وقت موجود تھے۔ اس وقت چھت پر تقریباً سب آدمی موجود تھے وہ سب کے سب اسی خوف خوروں والے لباس میں موزوں تھے۔

ان میں ایک شخص نے منہ پر سنگ بوسے خول کے آگے خوردہ بین لگا رکھی تھی۔ اس کے خول کے اوپر مائیک بھی لگا ہوا تھا۔ وہ سب عمران کو دیاں موجود دیکھ کر دلگدگ رہ گئے۔ عمران کو بھی پانچ مشین گن برداروں نے گھیر رکھا تھا۔

”آہا ہا۔۔۔ آؤ۔۔۔ آؤ تم بھی دیکھو۔ ہم نے تمہارے ملک کی گایا لیٹ دی ہے۔“ ہا۔۔۔۔۔ ہا۔۔۔۔۔ ہا۔۔۔۔۔ ہا۔۔۔۔۔۔۔ اور ہمارے قوم اس وقت دنیا کی بڑی ترین اور خوف زدہ قوم میں تبدیل ہو چکی ہے۔“ اور وہیں والے شخص نے ان کے قریب پہنچنے کے بعد کہا

آواز اس کے مائیک سے نکل رہی تھی۔

اور پھر کیپٹن شکیل، تنویر، صفدر اور جوہا سامنے بازاروں میں ہونے والی جھگڑ کو دیکھ کر عمران رہ گئے۔ ایسا محسوس ہوا جیسا

بیسے سب لوگ پاگل ہو چکے ہیں۔

انتہائی بدحاشی اور خوف کے عالم میں وہ کئی ہوائی پٹنگ کی طرح اُدھر اُدھر ڈول رہے تھے۔ بے شمار لوگ مر رہے تھے۔

پھر اچانک کیپٹن شکیل اور صفدر کے جسم میں سردی کی ایک تیز لہر دوڑ گئی۔ انہیں پھیریاں سی آسنے لگیں۔ وہ نامعلوم کس سے خوفزدہ تھے۔

ادھر جوہا اور تنویر کو بھی سردی سی محسوس ہو رہی تھی مگر کیپٹن شکیل اور صفدر کی حالت لمحہ بے لمحہ بگڑتی جا رہی تھی۔ ٹائیسگر جو عمران کے روپ میں تھا۔ سر جھکائے کھڑا کانپ رہا تھا۔ خوف سے اس کا بھی روائں رداں لرز رہا تھا۔

”ہاں تم بھی اسی قوم کے فرد ہو۔ تم بھی بزدل ہو۔ دیکھو ہمارا کارنامہ اب اس ملک کو فنا ہونے سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچا سکتی یا پانا۔“ ہاں مسلسل قہقہے لگا رہا تھا۔

ایپانک وہ قہقہہ لگاتے لگاتے رک گیا۔ نیچے شہر میں ہونے والا شور بھی آپانک ٹھہر گیا تھا۔ لوگ سن ہو کر رہ گئے تھے۔ کیپٹن شکیل صفدر، تنویر، ٹائیسگر اور جوہا کو یوں محسوس ہوا جیسے ان کی رنگوں میں دوڑتی ہوئی خوف کی لہر آپانک ٹھہر گئی ہو۔

چند لمحوں تک فضا میں سکوت طاری رہا۔ پھر ایک دم شور پھٹ پڑا۔ لیکن اب صورت حال بکسر تبدیل ہو چکی تھی۔ پیٹلے والے شور اور اس شور میں زمین، آسمان کا فرق تھا۔ پیٹلے لوگ خوف کی شدت سے چیخ رہے تھے مگر اب وہ شدت جو کسش سے اچھل رہے تھے۔

وہ سب مشین گنیں اٹھانے کے لیے نیچے کی طرف جھانکے۔ ۲۰ میگا زخمی باس کو اٹھانے میں مصروف تھا۔ کایا ایک بار پھر لپٹ پکڑی تھی۔



سحرائے جھانگتا ہوا کپکپاتے ہوئے زمین پر پہنچا اور دوسرے ٹمے اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی بوتل زمین پر دے ماری۔
بیک ڈیر وہی اس کے پیچھے جھانگتا ہوا کپکپاتے ہوئے زمین پر پہنچا تھا۔
عمران کو جب اس نے بوتل زمین پر مارتے دیکھا تو اسے یقین ہو گیا کہ
عمران بالکل بوجھلا ہے۔

بوتل تو تھمتے ہی اس میں موجود سیال زمین پر پھیل گیا۔ اور دوسرے ٹمے اس سے بغاوتات ٹھکنے لگے اور تقریباً ایک منٹ میں تمام مٹول ہو گیا اور اڑ چکا تھا۔ اب زمین پر صرف بوتل کے ٹکڑے پڑے تھے۔
عمران چند ٹمے خاموش کھڑا رہا اور پھر وہ واپس مخصوص کمرے کی طرف جھاگا۔ بیک ڈیر کو اس نے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔
مخصوص کمرے میں پہنچتے ہی عمران بیک ڈیر سے مخاطب ہوا۔
”ظاہر — یہ آخری حربہ ہے۔ اگر یہ کامیاب ہو گیا تو ہم بچ جائیں

سیکٹ مرس کے ممبران کے جموں میں بھی ایک برقی دروازہ لگی
وہ نامعلوم خوف ختم ہو کر جڑے اور جوش میں تبدیل ہو چکا تھا۔
باس اور اس کے ساتھی صورت حال میں اس اچانک تبدیلی کو پا کر
گھبرائے۔ اور پھر سیکٹ مرس کے ممبران اچانک ان پر پل پڑے۔
جرموں نے مشین گنیں چلائی یا ہیں مگر اس اچانک بدلی ہوئی
صورت حال نے انہیں الجھا دیا تھا۔ چنانچہ ذہنی پریشانی کی وجہ سے وہ
وقت پر عمل نہ کر سکے اور دوسرے ٹمے سیکٹ مرس کے ممبران ان
سے بڑی طرح الجھ گئے۔ صرف ایک آدمی کی مشین گن چلی لگوتھا نہ
خالی گیا۔

دوسرے ٹمے شدت جوش سے سرخ ہوتے ہوئے کیپٹن شکیں
نے ایک عہدہ کو اٹھا کر چوتھی منزل سے نیچے چھینک دیا۔ ٹائیٹل نے بھی
دو جرموں کا بھی حشر کیا۔ باقیوں نے خوفزدہ ہو کر فرار ہونا چاہا اور ایک
جولیٹ نے ایک مشین گن اٹھا کر فائر کھول دیا اور باقی جریم گولیوں کی
بوچھاڑ میں موت کا نایخ نا چھنے لگے۔

”باس کو صحت مار دو — اسے زندہ گرفتار کرنا ہے۔“ ٹائیٹل نے
پتہ چرچ کر جو لیا سے کہا جو اب اپنی مشین گن کا رخ جھانگتے ہوئے باس
کی طرف کر رہی تھی۔

ٹائیٹل نے کپتین کی پتہ دیا کہ اسے باوجود باس گولیوں کی زد میں آگیا۔
مگر جو لیا نے فوراً مشین گن جھکا دی تھی چنانچہ گولیوں نے باس کی
ٹانگوں کو چھین کر رکھ دیا اور وہ وہیں گر پڑا۔
”نیچے جتنے بھی جوش سب ختم کر دو“ مسند نے پتہ چرچ کر کہا اور پھر وہ

ہیں اس دوا کے اثر سے یہ جذبات انتہائی شدت پکڑ جاتے ہیں۔ یہ ایک اہم اور انفعالی ایجاد تھی۔ اسے اگر تقریبی تصاعد کے لیے استعمال کیا جاتا تو اس سے انسانیت کو بے بہا نفاذ پتھ کتے تھے۔ مگر ہمارے ہمسایہ ملک کی کہیں فطرت نے اسے تعزیر کی بجائے نخریبی تصاعد کے لیے استعمال کرنے پر اگسایا اور چونکہ وہ مشروح سے آج تک ہمارے ملک کو تباہ کرنے کے جزون میں مبتلا رہا ہے۔ اس لیے اس کا پہلا نشانہ ہم بنے۔ دشمن ملک نے ایک بڑے اس مقصد کے لیے ہمارے ملک میں کبھی جس کا سربراہ دشمن کی سیکرٹ سروس کا مشہور جاسوس اور سیکرٹ اینجینئر آر جی تھا۔ اس کی ٹیم میں چند سرکردہ سائنس دان بھی شامل تھے۔ انہوں نے نہایت خاموشی سے یہاں اپنا جال بھیا اور دشمن ملک کی یہاں موجود مقامی تنظیم سے انہوں نے یہاں وسیع پیمانے پر اپنے انتظامات مکمل کر لیے۔ سیکرٹ اینجینئر آر جی کئی سال پہلے چونکہ عمران کے ہاتھوں ایک کس میں ذلت آمیز شکست کھا کر مزارعہ چھوٹا تھا اور پھر دشمن ملک کی سیکرٹ سروس کی لسٹ میں عمران انتہائی خطرناک فرد کی حیثیت سے سب سے پہلے نمبر پر تھا۔ اس لیے انہوں نے پہلا دار عمران پر کیا۔

عمران کو اولڈ ڈورٹ سے جایا گیا۔ گوا میں عمران کی مرضی بھی نشانہ تھی۔ کیونکہ عمران ان کا تصعد ماننا چاہتا تھا۔ مگر عمران وہاں بے چوش کر دیا گیا اور پھر انہوں نے عمران کے جسم میں وہ دوا انیکٹ کر دی۔ عمران کی اطلاع برائے ذات خود وہاں پہنچا۔ لیکن پچھے چند منٹ کی دیر ہو گئی اور دشمن اپنا کام کر چکے تھے۔ پھر حال میں عمران کو وہاں سے نکال لایا۔ مگر عمران کی آہستہ آہستہ حالت بدلتی جا رہی تھی۔ یہ عمران کی انتہائی مضبوط قوت اداہی اور

دانش منزل کے شینگ مال میں تمام ممبران بنے تھے۔ عمران جی ایک صوفے پر بیٹھا اونگھ رہا تھا کہ ٹرانسمیٹر کا بلب جل اٹھا۔ جویا نے آگے بڑھ کر جن ان کیا اور ایسٹو کی مخصوص آواز سے بال گونج اٹھا۔

وہ میں جھٹکا ہوں کہ آپ لوگ اس کس کی تعصبات سننے کے لیے بے چین ہوں گے۔ یہ کس ایک عجیب و غریب کس تھا۔ ایسا کس اس سے پہلے میری زندگی میں کبھی رونما نہیں ہوا۔ یہ ایک جیسا ملک ترین سازش تھی۔

ہمارے ہمسایہ ملک کے سائنس دانوں نے اتفاق سے ایک ایسی دوا تیار کر لی جو دماغ کے گہرے مراکز پر اثر انداز ہوتی ہے۔ یہ مراکز جذبات کے خسران ہو سکتے ہیں۔ تمام جذبات کی تحریک اپنی مراکز سے اٹھتی تھی اور راضی ہے اس دوا میں ایک خاصیت تھی کہ یہ صرف دماغ کے اس مرکز پر اثر انداز ہوتے تھے جو خوف اور بزدلی کے جذبات کے محرک ہوتے

جہالت درجہائی دماغی قوت تھی کہ وہ اس دوا کے اثر میں یکدم نہیں آیا مگر وہ آہستہ آہستہ اس دوا کے اثر میں بکڑنا چلا جا رہا تھا اور میں علم ہی نہیں تھا کہ کیا پکڑ سے میں نے کیسٹن تشکیل جو ہان اور صدر کو اولتہ فریٹ کی نگرانی کے لئے بھیجا مگر مجرم اولتہ فریٹ کے تہذیبوں کو تباہ کر کے اپنے پلان کے مطابق وہاں سے جا چکے تھے۔ کیونکہ انہیں علم تھا کہ سیکرٹ سروس وہاں ضرور بھیجا رہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے خفیہ نگرانی بھی کی۔ نتیجتاً خفیہ ان کی نظروں میں پکڑ گئے۔ واپسی میں یہ جو یا کے فلیٹ میں موجود تھے۔ کہ مجرموں نے فلیٹ پر دھاوا بول دیا۔ انہیں تشخیص کیس سے بلے جو جس کر کے کیسٹن تشکیل۔ صدر اور جوہان کے سہول میں بھی وہ دوا انکٹ کر دی۔ جو یا کو انہوں نے زیر ملک لڑکی سمجھ کر اٹھا کر لیا۔ ان کا خیال تھا کہ اگر کیسٹن سروس کی مرہبہ تو مزید ملے جوئے کی وجہ سے یہ اس ملک کی اتنی دفا دار نہیں ہوگی۔ چنانچہ اس سے سیکرٹ سروس کے راز زیادہ ساسانی سے مل جائیں گے۔

اور وہ پہلے ہی فوجی جہازوں کے ملک پلانٹ میں وہ دوا شامل کر چکے تھے۔ چنانچہ ملٹری اٹیلی جنس نے کمانڈر انچیف کو فوجوں کے اچانک منتقلی کے بڑول جبرجائے اور جنگ سے خوف زدہ ہونے کی رپورٹ دی۔ کمانڈر انچیف نے وزیر دفاع کو مطلع کیا اور پھر وزیر دفاع نے سرسلسلہ ان کو اس بات سے آگاہ کیا۔ مشورہ مشورہ میں رپورٹ مذاق اور عمل وراثہ سمجھی جاتی تھی۔ کیونکہ ایک قطعی عجیب اور نامکن اعلیٰ چیز تھی مگر محض متعلق کی روشنی میں جب اس پر مزید غور کیا جاتا تو جیسا تک ساجے سامنے آجاتے۔

چنانچہ اعلیٰ احکام کی میٹنگ میں اس کیس پر غور ہوا اور آخر کار اسے سیکرٹ

سروس کو رٹائرمنٹ کر دیا گیا۔ سرسلسلہ نے اس سلسلے میں مجھ سے بات کی۔ کیس میری مجھ میں نہیں آیا۔ میں نے مزید تفصیلات لینے کے لئے عمران کو سرسلسلہ کے پاس بھیج دیا۔

مگر عمران کی حالت اب قطعی تباہ ہو چکی تھی وہ دیر اور بہادر عمران کی بجائے بزدل اور خوف زدہ مردم بہادر عمران میں تبدیل ہو چکا تھا۔ مگر ایک حیرت انگیز اتفاق رونما ہوا۔ سرسلسلہ نے اتفاقاً طور پر چائے کی بجائے اس دن کین کوکس بڑائی اس کے دو گلاس پیئے ہی عمران کی حالت بدل گئی۔ اس دوا کا اثر فوٹ کیا۔ عمران وہاں سے واپس آیا تو صدر کے پاس گیا۔ وہاں اس نے دیکھا کہ صدر کی قطعی طور پر کایا ہلٹ چکی تھی۔ خوف کے بلے پناہ جذبے نے آہستہ جھلایا تھا۔ عمران نے یہ جب کہ اسے کہہ لیا یہ صرف ذہنی کیفیت ہے یا پھر اس کے ساتھ جسمانی انحطاط بھی ہوتا ہے ایک ڈراما کہیلا اور صدر اور جوزف کی لڑائی کرادی اس کا خیال ٹھیک ثابت ہوا۔ صدر نے سنی انحطاط کے ساتھ ساتھ جسمانی طور پر بھی ناکارہ ہو چکا تھا۔ جوزف نے صدر کو روکنے کی طرح ڈھک کر رکھ دیا۔ پھر عمران نے تجربے کے طور پر موموں میں موجود ایٹھ کی ایک بڑی ڈوز دی۔ نتیجتاً باہر کی حیرت انگیز دوا۔ صدر قطعی ٹھیک ہو گیا چنانچہ کیسٹن تشکیل اور جوہان کو بھی اسی علاج سے ٹھیک کر لیا گیا۔

اس دوران مجرموں نے جہازوں کے واٹر پلانٹ میں وہ دوا خالی اور پھرا انہوں نے داکو گورٹ کے شہریوں پر یہ تجربہ آزما دیا۔ اور تینتہ دارا حکومت میں اس دن خونگ بھران آ گیا۔

میں نے عمران کے علاج کے لیے ایک مشہور اور نووارد سائنس کارو جسٹ کو بلا دیا تھا۔ مگر عمران کو شہرہ ہو گیا کہ بعض نفسیات کی ایک جگہ سے بھی

واقف نہیں۔ چنانچہ اس کی نگرانی کرائی گئی۔ مزید انکشافات ہوتے وہ
 مجرموں کا آری ستار۔
 صدر عدالت نے ہنگامی جنگ کال کی۔ وہی ڈاکٹر ایک اور مشہور سائنس دان
 کا روپ دھار کر وہاں پہنچ گیا تاکہ حکومت کو غلط راستے پر ڈالا جائے۔
 مگر چونکہ مجھے پہلے اطلاع مل چکی تھی۔ اس لیے اُسے سینگ کے
 دوران پکڑ لیا گیا اس نے خودکشی کر لی۔ چنانچہ مجرموں کا یہ منصوبہ
 ناکام ہو گیا۔

جو یہ مجرموں کے سید کو اور اسے انتہائی بہادری کا مظاہرہ کہتے ہوئے
 فراد ہوئے میں کامیاب ہو گئی۔ چنانچہ اس کی نشاندہی پر اس کو بھی پر
 پھا پر مارا گیا۔ لیکن زمین دوز سرنگ کے راستے وہ پہلے ہی فراد ہو کر
 دوسری عمارت میں منتقل ہو چکے تھے۔ عمران۔ صفدر۔ جولیا۔ کیپٹن مشکین
 اور تھریس سرنگ کا سراغ لگاتے لگاتے مجرموں کے ہاتھوں گرفتار
 ہو گئے۔

مجرموں نے اپنے ایک اہم رکن کو ان کی نقل و حرکت کی نگرانی
 کے لیے مقرر کیا ہوا تھا اُسے پکڑ لیا گیا۔ پھر اس کا روپ دھار کر
 عمران کا ایک آدمی مجرموں کے سید کو اور پھینچا۔ اُس اہم رکن نے اس
 تمام مشن کی تفصیلات بتلا دیں۔ جو انتہائی سمیٹا ہوا تھا۔ مجرموں کا اصل پلان
 یہ تھا کہ پہلے چوتھے چھوٹے چھوٹے چھوٹے چھوٹے چھوٹے چھوٹے چھوٹے چھوٹے چھوٹے
 نرسٹامانی اور سمانی دفاعی نظام کو زبرد کر دیا جائے۔ اور پھر اس دو اکو جسے
 سفوت کی شکل میں تبدیل کیا جا چکا تھا۔ جو ہمیں پھیلا دیا جائے۔ سائنس
 کے ذریعے اس دو اکو کے ذرات انسانی جسم کے اندر چلے جاتے اور پہلے سے کوئی

دفاعی نظام کی بدولت عوام اور فوج پر اس کا اثر شدید ہوتا اور ہسپتال تک
 حملہ کر دیتا۔ پھر میں عوام اور فوج چونکہ پہلے ہی انتہائی بزدل اور خوف زدہ
 ہوتے ہوتے وہ باسانی ملک پر قبضہ کر لیتے۔ عمران اپنے آدمی کو اپنا ایک سہ
 کر کے وہاں چھوڑ آیا اور خود وہ مجرموں کے اس اہم رکن کا ایک اپ کر کے
 باہر نکل آیا۔ مجرم کسی بھی وقت یہ مشن مکمل کر سکتے تھے۔

چنانچہ عمران نے اس کا توڑ مومنا شروع کیا۔ میں نے مجرموں کے سید کو اور
 کا فوج سے خاموش کر دیا۔ حالات چونکہ انتہائی نازک تھے اس لیے بلیغ حال
 کو ڈانسا بھی شہ بہنہ کہ جرم اپنی کارروائی کر رہے ہیں تو بمبارمنٹ سے سید کو اور
 تیار کر دیا جاتا کہ جرم اپنا کام کرنے سے پہلے ختم ہو جائیں گے اس میں میرے
 چار پانچ ممبر بھی ختم ہو جاتے مگر پورے ملک کی تباہی کو مد نظر رکھتے ہوئے
 میں نے ان کی قربانی قبول کر لی۔ مجرم اس صورت حال سے سمجھا گئے چنانچہ
 انہوں نے فوری طور پر اپنا کام کر دیا۔ یعنی اس صورت کی کثیر مستعد ہوا
 میں ملادی۔

اور مجرموں کی خفیہ اطلاع کی بنا پر ہمسایہ ملک نے اپنے پلان کے
 مطابق ہم پر حملہ کر دیا۔ حالات قطعی غلاب ہو گئے۔ ہمارے عوام اور فوجی قہقہ
 بزدل اور شدید خوف زدہ ہو گئے۔ چنانچہ وہ لڑنے اور تیار ہونے کی بجائے
 اسلو پھیک کر ڈار ہونا شروع ہو گئے۔ چنانچہ دشمن ناقصانہ انداز میں آگے بڑھتا
 چلا آیا۔ حق اتر کہ ہمیں ملک کی تباہی کا یقین ہو گیا۔

مگر یہاں بھی عمران کی سائنس میں ڈاکٹریٹ ملک اور قوم کے کام آئی۔ اس
 نے چند گھنٹوں میں ہی ایک ایسی دوا تیار کر لی جو ہوا میں کر جب دو گوں کے
 سانس میں شامل ہوتی تو دماغ کے ان مراکز پر فوری طور پر اثر انداز ہوتی۔

جس سے جذبہ، جوش اور بہادری کو تحریک ملتی تھی۔ دشمن ملک کے سائنسدان
سابقہ سال کی تحقیق کے بعد جو فارمولہ بنا سکے اس کا توڑ بکڑ دوسرے لفظوں میں
صحیح تقریبی فارمولہ مران نے اپنی نکلداؤز دانت کی بدولت چند گھنٹوں میں تیار
کر لیا۔

چنانچہ اس نے فوری طور پر وہ دوا جو ہمیں شامل کر دی۔ نتیجے میں بزدل
اور خوف کا جذبہ ختم ہو کر حوام اور فوج میں جذبہ بہادری اور جوش اپنی شدت
کو پہنچ گیا اور دشمن کا پلان ٹیل ہو گیا۔ بہادری بہادری اور فوج اور فوج حوام دشمن کے
ساتنے ڈٹ گئے۔ اور پھر دشمن کو بھرا پھرتی سے پسپا ہونا پڑا۔ حتیٰ کہ ہماری فوج
نے دشمن کو اپنے علاقے سے دھکیل کر ان کے علاقے پر دھاوا بول دیا۔ اور دشمن جتنا
شکست سے دوچار ہوا گیا۔

ادھر یہ لی ہوئی کیفیت کے مشابہت نظر سیکرٹ سروس کے ممبران نے جرموں پر
جہر بول دیا اور تمام جرم مارے گئے اور ان کا پاس اگرچی شدید زخمی ہوا۔ بعد میں
خون بہت نکل جانے کی وجہ سے وہ بھی ختم ہو گیا۔
آخر کار دشمن جو چاروں ملک کو تباہ کرنے آیا تھا وسیع علاقہ ہمیں دے کر
میں پھیرا ہوا گیا اور اس طرح دشمن کے منصوبے خاک میں مل گئے اور اسے
عورتانگ شکست سے دوچار ہونا پڑا۔

یہ تو نہیں کہیں کی مکمل تفصیلات اس کے ساتھ ہی ہیں ایک بار پھر اپنے
ممبران۔ خصوصاً جولیا اور بالٹھوس مران کو کیا دکھا دیا تھا ہوں۔ کہ انہوں نے
اس کیس کے دوران قابل فخر کارنامے انجام دیتے ہیں اور صحیح بات تو یہ ہے کہ
کیس قطعی مران کا کیس رہا۔ اسی سے مشروط ہوا۔ اور اسی نے ختم بھی کیا۔ دشمن جو
حوان سیکرٹ سروس اور ملک کی کیا بیٹھے آئے تھے۔ مران نے انہوں میں ان کی اسی کا

پہنٹی کہ شاید ان کی آئندہ آنے والی نسلیں بھی اس سے عبرت حاصل کرتی ہوں گی۔
"کوئی سوال" اکیٹو نے طول سانس لے کر پوچھا۔
"جناب ایک سوال ہے، کیپٹن شکیل نے کہا"
"ہاں پوچھو" اکیٹو نے نرم لہجے میں جواب دیا۔

"جناب دشمن ملک کی فوج کے جب ہم پر حملہ کیا تو وہ کیوں نہ اس دوا سے
جو چور سے ملک کے ہوا میں پسین لگی تھی اثر پذیر ہوئی۔ اور پھر جب مران صاحب
نے اس کے جواب میں دوا ہوا میں پھیلائی تو دشمن کے فوجی جو چاروں ملک میں
موجود تھے اس دوا سے اثر پذیر کیوں نہ ہوئے کیپٹن شکیل نے پوچھا۔

"دیری گڈ رپائٹ مشر شکیل۔ دواصل بات یہ تھی کہ دشمنوں کو اس بات کا
ظہر ہوا تھا کہ ہمیں ان کی فوج بھی اس دوا کے تحت بزدل نہ ہو جاتے۔ انہوں نے
اس کا پیشگی انتظام کیا۔ اور ہر سپاہی کو غرض خوری کا لباس پہنایا۔ تاکہ وہ ہماری
جو اس سانس میں اور عام ہوا سے بچ سکیں اور یہی چیز جہاں پہننے ان کے لیے
فائدہ مند ثابت ہوتی بعد میں نقصان دہ بھی" اکیٹو نے جواب دیا۔

"سرد دشمن کی ایئر فورس نے ہم پر حملہ کیا ہمیں کیا جب کہ وہ بری فوج کی
لبست آسانی سے پہاں تباہی پھیلا سکتی تھی" مندر نے دوسرا سوال کیا۔
"دراصل دشمن کو چونکہ اپنے پلان کی کامیابی کا مکمل یقین تھا۔ اس لیے اس
نے ایئر فورس سے علاوہ مزوری سمجھا۔

جب بری فوج ہی نیز کسی رکاوٹ کے ملک فتح کرے تو ایئر فورس کی کیوں
دیکھ دیا جائے۔ اکیٹو نے جواب دیا۔
"سب خاموش ہو گئے۔

"اور کوئی سوال" اکیٹو نے پوچھا۔ مگر سب خاموش رہے۔

مسٹر عمران میں ایک بار پھر آپ کو سبار کیا دیتا ہوں اور میں حکومت سے سفارش کروں گا کہ وہ آپ کے ذرا یکا در فادہ سولے پر مزید تحقیق کر کے اس ملک کی بہتری کے لیے اُسے کام میں لائے۔ اور وہ ایذا کُل

ایکسٹری آواز بہنی بند ہو گئی۔ جو یا نے جین آنت کر دیا اور سب لوگ یوں نہیں آئینہ نظروں سے عمران کو دیکھنے لگے جیسے وہ کسی مافوق الفطرت ہستی کو دیکھ رہے ہوں اور عمران تقدر دلی کی طرح آنکھیں بند کئے زور زور سے غراتے پینے لگا۔ عمران صاحبہ "صنعتی نے انتہائی پر خلوص انداز میں اُسے بتایا۔

صنعتی پہلی "عمران کے اچانک آنکھیں کھول کر زور سے کہا اڈر سفند چھپ گیا۔
تو مہل بے ساختہ تہمتوں سے گونج اٹھی۔

ختم شد

ڈاٹ کام